عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک

جلد: ۴۲ | ۸ تا ۱۵ / جمادی الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ / نومبر ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۴۴

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن کا خطاب

طوفان الاقصیٰ کانفرنس

صیہونی بربریت اور مغرب کی اسلام دشمنی

برکات مکارم اخلاق

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

کوئی قادیانی/احمدی کسی مسجد و مدرسہ کا متولی بننے کا اہل نہیں

س:......ایک جگہ مسلمانوں کی عبادت گاہ (بنام مسجد و مدرسہ) پنج وقتہ نمازوں، جمعہ اور عیدین کے لیے الاٹ ہوئی یا کسی شخص نے ذاتی ملکیت سے اسے وقف برائے مسجد کیا، پھر بدقسمتی سے اس مسجد کے متولی (انتظامیہ) اپنا عقیدہ ونظریہ، اسلام مخالف یعنی منکرینِ ختم نبوت (قادیانی، مرزائی/لاہوری یا نام نہاد احمدی) اپنا کر ارتداد کے مرتکب قرار پائے اور ملک پاکستان کے آئین و قانون نے بھی انہیں کافر و غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا، تو ایسی صورت میں سابقہ مسلم انتظامیہ اس مسلم عبادت خانہ (مسجد و مدرسہ) کو اپنے نئے کفریہ مذہب کے مطابق کسی دوسرے مذہب کا عبادت خانہ بناسکتی ہے؟ یا اس غیر مسلم مرتد انتظامیہ سے مسلم عبادت خانہ مسجد کا قبضہ لے کر انہیں اس کی تولیت وکفالت سے بے دخل کیا جائے گا اور مسلمانوں کو وہ جگہ واپس دلوائی جائے گی؟ براہِ مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ (سائل: محمد شاہد قادری)

الجواب باسمہٖ تعالیٰ: واضح رہے کہ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم سب ہی یہ بات جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کو مسجد کہا جاتا ہے، اس لیے کہ جو چیز کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہو وہ اس کا شعار اور اس کے تشخص کی خاص علامت سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ مسجد اسلام کا خصوصی شعار ہے اور کسی دوسرے کے شعار کو اپنانا شرعاً وقانوناً سخت جرم ہے۔ اگر فوج کا شعار غیر فوجی نہیں اپنا سکتے، جج کا شعار کسی غیر کو اپنانے کی اجازت نہیں تو یقیناً اسلام کا شعار بھی غیر مسلموں اور مرتدوں کو اپنانے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اگر غیر مسلموں و مرتدوں کو بھی اسلامی شعار مثلاً تعمیر مسجد اور اذان وغیرہ کی اجازت دے دی جائے تو اسلام کا شعار مٹ جائے گا اور مسلم وغیر مسلم کا امتیاز اور پہچان ختم ہوجائے گی۔ اس لیے اسلام اور کفر کے امتیاز کو باقی رکھنے اور کفر کو اسلام سے جدا رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان کفر کے کسی بھی شعار کو نہ اپنائیں اور نہ ہی غیر مسلموں کو کسی بھی اسلامی شعار کو اپنانے کی اجازت دی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو غیروں کے طور طریقے اور ان سے کسی بھی قسم کی مشابہت کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ خود بھی اس کی مخالفت فرمائی اور امت کو بھی غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ''، یعنی جو جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اس کا حشر بھی انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ جب غیر مسلموں سے عمومی مشابہت کو بھی برداشت نہیں فرمایا تو خود اسلام کے خصوصی شعار کو غیر مسلموں اور مرتدوں کو اپنانے کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ نیز تعمیر مسجد ایک اعلیٰ ترین اسلامی عبادت ہے اور کافر و مرتد شخص اس کا اہل ہی نہیں! قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے: ''مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ أَنْ یَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللہِ شَاھِدِیْنَ عَلٰی أَنْفُسِھِمْ بِالْکُفْرِ أُوْلٰئِکَ حَبِطَتْ أَعْمَالُھُمْ وَفِی النَّارِ ھُمْ خَالِدُوْنَ۔'' (التوبۃ:۱۷)

ترجمہ: ''مشرکین اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں، حالانکہ وہ خود اپنے کفر کے گواہ بنے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے تو اعمال ہی غارت ہوچکے ہیں اور دوزخ میں ان کو ہمیشہ رہنا ہے۔''

دیکھیے! قادیانی مرتد وزندیق اور کافر و غیر مسلم ہیں، وہ اس آیت کا سو فیصد درست مصداق ٹھہرتے ہیں۔ اس آیت کی رُو سے انہیں تعمیر مسجد کی اجازت نہیں، یہ خود اپنے کفر کے گواہ بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسے عقائد کا برملا اعتراف کرتے ہیں جنہیں اسلام کفریہ عقائد قرار دیتا ہے۔ یعنی ان کا کفریہ عقائد کا اظہار اپنے آپ کو کافر تسلیم کرنے کے قائم مقام ہے۔ ان کے تمام اعمال غارت ہوچکے ہیں اور اگر اسی حالت میں انہیں موت آجائے تو دوزخ میں ان کو ہمیشہ رہنا ہے۔ (باقی صفحہ ۲۷ پر)

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۲ ۸ تا ۱۵ر جمادی الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰ر نومبر ۲۰۲۳ء شمارہ:۴۴

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حضرت مولانا فضل الرحمٰن کا خطاب	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
صیہونی بربریت اور مغرب کی انسان دشمنی	۸	حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی
برکاتِ مکارمِ اخلاق	۱۲	ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک	۱۴	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ	۱۸	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۵۸ فصل:....۶ ہجری کے سرایا

۱۶:.... سریہ کرز بن جابرؓ:.... اسی سال شوال ہی میں، اور بقول بعض اس سال جمادی الاخریٰ ۶ھ میں، اور بقول بعض اسی سال ذی الحجہ میں، حضرت کرز بن جابر القرشی الفہری رضی اللہ عنہ کا سریہ عکل وعرینہ کی طرف بھیجا گیا، ان کو تغلیباً ''عرنیین'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے بعض قبیلۂ عکل کے تھے اور بعض عرینہ کے۔ یہ وہی آٹھ افراد تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اِسلام لائے اور مدینہ میں رہنے لگے، یہاں کی آب وہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگل میں چلے گئے جہاں صدقے کے اُونٹ چرتے تھے، وہاں انہوں نے یہ حرکت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو جس کا نام یسارؓ تھا، قتل کرڈالا، اور اُونٹ ہنکا کرلے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کو بیس سواروں کی معیت میں ان کے تعاقب میں بھیجا، چونکہ یہ پکڑے گئے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، ان ہی کے بارے میں قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ....'' (المائدۃ:۳۳)

ترجمہ:.... ''جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں (مراد اس سے راہ زنی اور ڈکیتی ہے) ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا زمین پر سے نکال دیے جائیں۔'' (بیان القرآن)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم فرمایا، اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں لگائی گئیں (کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے سے بھی یہی سلوک کیا تھا، اس کے قصاص میں یہ سزا دی گئی) اور ان کو حرہ میں ڈال دیا، یہاں تک کہ یہ واصل بہ جہنم ہوئے۔

۱۷:.... سریہ عمرو بن اُمیہ ضمریؓ:.... اسی سال حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان بن حرب کے اچانک قتل کے لیے مکہ بھیجا گیا، یہ ابوسفیان کی اس قبیح حرکت کا جواب تھا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک شخص کو بھیجا تھا کہ وہ موقع پاکر۔۔۔ معاذ اللہ۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچانک شہید کرڈالے، بہرحال! حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مکہ آئے، یہاں ابوسفیان پر تو انہیں دسترس حاصل نہیں ہوسکی، البتہ مکہ سے باہر دو کافروں کے قتل کرنے کا ان کو موقع ملا، ایک عمرو بن عبیداللہ بن مالک القرشی التیمی اور دُوسرا بنوہذیل کا ایک شخص، بعدازاں ان کی ملاقات دو شخصوں سے ہوئی جنھیں قریش نے جاسوسی کے لیے مدینہ کی طرف بھیجا تھا، حضرت عمروؓ نے ان میں سے ایک کو قتل کردیا اور دُوسرے کو قید کرکے مدینہ لے آئے۔

سیرت شامیہ کے مصنف کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عمروؓ کو سریہ عرنیین کے بعد بھیجا گیا، اور ''مواہب لدنیہ'' میں اس کی تصریح کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ: ''یہ واقعہ غزوۂ حدیبیہ سے قبل کا ہے۔'' پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ حضرت عمروؓ کے بھیجنے کا واقعہ جمادی الاخریٰ اور ذی القعدۃ ۶ھ کے مابین کا ہے، واللہ اعلم! (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

امن مارچ وطوفان الاقصیٰ کانفرنس

حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کا خطاب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

گزشتہ ماہ ۷/ اکتوبر ۲۰۲۳ء کی تاریخ سے تاحال فلسطین کے باشندوں خصوصاً اہالیانِ غزہ پر اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی جاری ہے، جس پر پورے عالم اسلام کے عوام مضطرب، پریشان اور سراپا احتجاج ہیں، لیکن مسلم حکمران مذمتی قراردادوں کے پاس کرانے کے سوا کہیں آگے نہیں بڑھ رہے۔ ان حالات میں مسلم عوام اور حکمرانوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے، اس پر جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے زیر اہتمام امن مارچ وطوفان الاقصیٰ کانفرنس سے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا کیا گیا مدلل اور چشم کشا بیان مغربی اقوام، مسلم عوام اور مسلم حکمرانوں کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کسی قدر حک واضافہ کے بعد افادۂ عام کی خاطر ہفت روزہ ختم نبوت کے قارئین کے لئے ہدیہ کیا جارہا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کو شاباش دیتا ہوں، انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ 12 دن تک انہوں نے صوبے کے ہر ضلع کو عبور کرتے ہوئے آج کراچی کے اس وسیع میدان میں اس عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع کا اہتمام کیا اور دنیا کو پیغام دیا کہ ہمیں ایک پُرامن پاکستان چاہیے، جمعیت علماء اسلام کی امن کی خواہش صرف ایک صوبے تک محدود نہیں، صرف پاکستان تک بھی محدود نہیں، ہم پوری دنیا میں امن چاہتے ہیں اور امن درحقیقت نام ہے ”انسانی حقوق کے تحفظ کا“ انسان کی جان کا تحفظ، مال کا تحفظ، عزت وآبرو کا تحفظ ہر سطح پر ہر ملک میں ہونا چاہئے، جمعیت علماء اسلام کی پوری تاریخ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اپنے اکابر کی میراث جو ہمیں ملی ہے، وہ آزادی اور حریت ہے اسی لئے جمعیت علماء اسلام کا منشور کہتا ہے کہ دنیا میں جہاں بھی کوئی قوم اپنی آزادی کی جنگ لڑے گی جمعیت علماء اسلام اس کے موقف کی حمایت کرے گی۔

ڈیڑھ سو سال تک فرنگی کے خلاف جنگ لڑی گئی، آج جو جمعیت علماء اسلام ہمارے ہاتھ میں ہے، اس کا نظریہ اور عقیدہ بھی ہمیں اپنے اکابر سے ملا اور اس نظریہ اور عقیدے کے لیے کام کرنے کا منہج اور رویہ بھی ہمیں اپنے اکابر سے ملا ہے، آج جس کے ہم امین ہیں۔

آزادی وحریت انسان کا پیدائشی حق ہے، جیسا کہ جب ایک گورنر کا مقدمہ ایک عام شہری کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے گورنر کو جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا: ”متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم أمھاتھم أحرارا۔“ تم نے لوگوں کو کب سے اپنا غلام سمجھ رکھا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔ ایک شخص کے مقدمے پر آپؓ نے جو الفاظ فرمائے، اس سے پوری دنیا کے لیے قانون صادر کر دیا، پوری دنیا کے انسانوں کو آزادی کا مقام اور اس کی حیثیت کا احساس دلا دیا۔

ہندوستان اور برصغیر کی آزادی کے لیے جہاد کرنا ہماری تاریخ ہے اور آج کچھ اطوار بدل گئے ہیں، آج کچھ ترجیحات بدل گئی ہیں، اپنی آزادی کے لیے جنگ لڑنے والوں کو دہشت گرد کہا جاتا ہے، تو کیا ہوا! انگریز بھی ہمیں دہشت گرد کہتا تھا نا۔ لیکن تاریخ ہمیں مجاہد کہتی ہے۔ انگریز بھی تو ہمیں دہشت گرد کہتا تھا، لیکن اس کے خلاف آزادی کی جنگ پر ہم فخر کرتے ہیں۔ ہماری تاریخ آزادی کے لیے ہے، ہمارا ماضی آزادی کے لیے قربانیاں دینے کا رہا ہے اور ہم اپنے ماضی پر فخر کرتے ہیں۔ ہم نے برصغیر سے انگریزوں کو بھگایا اور ہم آج بھی کہہ دینا چاہتے ہیں کہ افغانستان میں روس آیا تو اس نے لوگوں کو دہشت گرد کہا، لیکن ہم نے ان کو مجاہد کہا۔ امریکا آیا تو امریکا نے افغانوں کو دہشت گرد کہا، ہم نے ان کو مجاہد کہا۔ آج مجاہد فتحیاب ہے۔ روس بھی شکست خوردہ ہے اور امریکا بھی شکست خوردہ ہے۔

لوگ امریکا کو عالمی طاقت سمجھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ عالمی طاقت افغانستان کی سرزمین پر شکست خوردہ ہے، اب اس کا ٹائٹل عالمی قوت کے اعتبار سے ختم ہو چکا ہے۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ 7 / اکتوبر کو جو فلسطین کے مجاہدین نے اسرائیل پر حملہ کیا، ایک بار پھر آواز آئی اسرائیل کی طرف سے کہ یہ فلسطینی دہشت گرد ہیں۔ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ دہشت گرد ریاست، ریاستی دہشت گرد اسرائیل ہے اور فلسطینی مجاہد ہے، جو اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ ہم کل بھی آزادی کے ساتھ تھے، آج بھی آزادی کے ساتھ ہیں۔ ہم کل بھی آزادی کے لیے تحریکوں کے ساتھ تھے، آج بھی ان تحریکوں کے ساتھ ہیں۔ ہم آزادی کے لیے کل بھی جہاد کے ساتھ تھے، آج بھی جہاد کے ساتھ ہیں۔ ان کے جہاد پر فخر بھی کرتے ہیں اور ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا برملا اعلان بھی کرتے ہیں۔

میں اپنے فلسطینی بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں، آپ نے ہمیں آواز دی، ہم نے اس پر لبیک کہا ہے۔ ہم میدان میں اتر آئے ہیں، عوام کا سیلاب آپ نے پشاور میں بھی دیکھا، آپ نے کوئٹہ میں بھی دیکھا، آپ نے آج کراچی میں بھی دیکھا اور پورے ملک میں ہمارے اجتماعات ہوں گے اور انشاءاللہ! اب یہ سیلاب آگے بڑھے گا، یہ طوفان آگے بڑھے گا......

پاکستان نہ امریکا کی جاگیر ہے اور نہ اس ملک میں کسی طبقے کی جاگیر ہے۔ یہ عوام کی جاگیر ہے اور پاکستان کی پوری تاریخ میں پاکستان کے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے، پاکستان کے اداروں کو استعمال کرتے ہوئے، پاکستان کے پیسے کو استعمال کرتے ہوئے تم نے علماء کا راستہ روکا، جمعیت علماء کا راستہ روکا، ہم نے ایک طویل جدوجہد کے بعد آج عوام میں ایک مقام پیدا کیا ہے...... آئندہ بھی یہ جان لو یہ بپھرا ہوا اجتماع، یہ بپھرا ہوا انسانوں کا منظر، یہ تمہیں ہڑپ کر جائے گا، اب اس کے بعد معذرت خواہانہ سیاست کا دور ختم ہو چکا ہے، اب آمنا سامنا ہوگا، دوبدو مقابلہ ہوگا، تم نے پاکستان کا چہرہ تبدیل کر دیا ہے، شرم نہیں آتی ان لوگوں کو۔ لوگوں نے قربانیاں لا الہ الا اللہ کے نام پر پیش کیں، ہزاروں ماؤں بہنوں کی عزتیں اور عصمتیں قربان ہوئیں، لاکھوں مسلمانوں نے اپنا خون پیش کیا، خون کا نذرانہ پیش کیا اور تم نے 75 سال لا الہ الا اللہ کے نعرے کا مذاق اڑایا، تمہیں شرم نہیں آتی اپنے کردار پر! تم نے 75 سال لا الہ الا اللہ کے نعرے کا مذاق اڑایا ہے، اب ہم تمہیں اس کا مذاق نہیں اڑانے دیں گے اور یاد رکھو جمعیت علماء کرسئ اقتدار کی ایسی حریص نہیں کہ وہ تمہاری خوشامد اور ناجائز کو قبول کرے گی۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر اپنا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان کو عالمی قوتوں کے اثر ورسوخ سے آزاد کرنا چاہتے ہیں، ہم سیاسی طور پر بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں، ہم معاشی طور پر بھی آزاد ہونا چاہتے ہیں، ہم دفاعی طور پر بھی آزاد رہنا چاہتے ہیں، ہم ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں، ہم اداروں کو طاقتور دیکھنا چاہتے ہیں، بین الاقوامی اثر ورُسوخ سے اپنے ملک کو نکالنا چاہتے ہیں...... ہم میدان میں اتریں گے بلکہ ہم اتر چکے ہیں اور ان قوتوں کو انشاءاللہ! پاکستان میں شکست دیں گے، یہ ایک نظریاتی قوت ہے اور اس نظریاتی قوت نے کبھی اپنی نظریاتی جنگ پر کمپرومائز نہیں کیا، کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ حالات کے ساتھ ضرور چلے ہیں، فراخ دلی کے ساتھ چلے

ہیں، برداشت کے ساتھ چلے ہیں اور ہم نے دنیا کو برداشت کا سبق دیا ہے، لیکن ہمیشہ مذہبی دنیا کو کہا جاتا ہے یہ بڑی انتہا پسند ہے۔ کیونکہ آج امریکا اور مغربی دنیا وہ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، ہماری غلام ذہنیت انہی الفاظ کو استعمال کرتی ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ مذہبی لوگ انتہا پسند ہیں تو یہ بھی کہتے ہیں: مذہبی لوگ انتہا پسند ہیں اور مذہب کے خلاف ان کے رویے اتنے سخت ہیں کہ جب اس قسم کی مجلس میں وہ بیٹھتے ہیں تو ان کے چہرے خون سے ایسے سرخ ہو جاتے ہیں لگتا ہے اب ان کے غصے کا خون چہروں سے چھلک کر باہر آ جائے گا۔ تم اتنے تنگ نظر ہو! وسعت ظرف پیدا کرو، برداشت تو ہمارے اندر ہے اور پاکستان کے طول وعرض کے علماء اور مدارس، ان کے کردار کو دیکھو۔ اگر دو چار لوگ بندوق کی طرف چلے گئے تو تم نے سارا اسلام ان کے نام پر الاٹ کر دیا! تم نے ساری تعبیرات ان کے حوالے کر دیں! پاکستان کے علماء کا اتفاق ہے، طول وعرض میں جمعیت علماء موجود ہے، وفاق المدارس موجود ہے، تمام مکاتب فکر کی سیاسی تنظیمیں موجود ہیں اور وہ سب کے سب ایک ہی بات پر ہیں کہ پاکستان کے آئین اور قانون کے اندر رہتے ہوئے اپنے مقاصد کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

میں حماس کے سربراہ جناب اسماعیل ہنیہ کا بھی شکر گزار ہوں، انہوں نے زوم پر آپ سے براہ راست خطاب کیا اور ہم ان کے موقف کی مکمل حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ اب یہ سلسلہ آگے چلے گا لیکن میں سوچتا ہوں کہ اگر امریکا اور یورپ کھل کر اسرائیل کی حمایت میں میدان میں آچکے ہیں اور اپنی جنگی قوت اسرائیل کے قریب تک لا چکے ہیں، میدان جنگ میں اتر چکے ہیں تو پھر اسلامی دنیا کیوں تحفظات کا شکار ہے! اسلامی دنیا کے حکمران کیوں بے حسی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ کس دن کا ان کو انتظار ہے۔ ہاں میں ایک بات یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے اندر طاقت کا توازن بھی ہونا چاہیے، اس وقت ان حالات میں روس اور چین جو فلسطین کے مجاہدین کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ عالمی قوتیں ہیں۔ ان کو بھی عالمی قوت میدان جنگ میں لانا چاہیے۔ عملی طور پر میدان میں آئیں، تاکہ دنیا کے اندر طاقت کا توازن پیدا ہو اور یک طرفہ طاقت کا شکار اسلامی دنیا نہ ہو سکے، ان کو میدان میں آنا ہوگا، اسلامی برادری کو یکجہتی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، یہ بے حسی اسے اسلامی دنیا قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اور یاد رکھیں! ہم جمہوری لوگ ہیں، ہم نے جنرل مشرف کے زمانے میں بھی تا حد نظر انسانوں کا سمندر پورے ملک میں اکٹھا کیا اور اسلامی دنیا میں بھی عوام میدان میں آئے، لیکن حکمرانوں نے عوام کی رائے کو احترام نہیں دیا۔ یہ جمہوریت ہے دنیا کی کہ جبر کا فیصلہ قوم پر مسلط کرو اور قوموں کی رائے کا احترام نہ کرو۔ پوری دنیا کا مسلمان ایک طرف تھا اور حکمران دوسری طرف تھے، لیکن حکمرانوں نے جبر کی بنیاد پر اپنے فیصلے ہم پر مسلط کیے اور آج نتیجہ کیا نکلا؟ افغانستان تو وہیں کا وہیں ہے، اب امریکا وہاں کدھر ہے؟ اس نے بھی کہا تھا کہ یہ لوگ انسانی حق کے مستحق نہیں ہیں اور جنیوا کنونشن کے تحت جو قیدیوں کے حقوق ہیں، ان کو یہ حق بھی نہیں دیا جائے گا۔ جانوروں کے بھی حقوق ہوتے ہیں، لیکن انہوں نے کہا: افغانوں کے کوئی حقوق نہیں ہیں اور جو پھر ان کے ساتھ کیا گیا، وہ وحشت ناک قسم کے مناظر آدمی دیکھ نہیں سکتا! یہ ہے ان کی جمہوریت! ان کے ہاتھوں سے اور ان کی کہنیوں سے انسانیت کا خون ٹپک رہا ہے اور پھر بھی انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں، پھر بھی وہ خود کو انسانی حقوق کا علمبردار سمجھتے ہیں۔ میں واضح طور پر آپ کو نظریہ دینا چاہتا ہوں کہ امریکا اور مغرب کو اپنے اس کردار کے ساتھ انسانیت کی قیادت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں! عوام کی خواہش کو اور ان کے نظریے کو قبول کرنا ہوگا۔ قوم یہ ہے جو یہاں بیٹھی ہے، قوم وہ ہے جو کوئٹہ میں جمع ہوئی، قوم وہ ہے جو پشاور میں جمع ہوئی اور انشاء اللہ! مزید یہ سلسلہ جاری رہے گا، پنجاب میں بھی جلسے ہوں گے، انشاء اللہ! جس کا شیڈول ہم جلد دے رہے ہیں۔ ہم اپنی جدوجہد کو آگے بڑھائیں گے اور اپنی قوت کو آگے بڑھائیں گے اور اللہ کی طاقت کے ساتھ ہم انشاء اللہ ملکی سیاست میں آگے بڑھیں گے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت کو قبول فرمائے، اور اس پر آپ کو دنیا و آخرت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ” وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

فلسطین، مسجد اقصیٰ، تاریخی حقائق

صیہونی بربریت اور مغرب کی انسان دشمنی

شیخ الحدیث حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی، جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

اسرائیل نامی ریاست کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو انبیاء علیہم السلام، علماء اور اولیاء کے قاتل، لعنت خداوندی، غضب الٰہی کی سکہ بند مستحق، متکبر، سفاک، حیلہ وچال باز، حق دشمن، آسمانی کتابوں کے محرف، انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے گستاخ و نافرمان، ذلت و مسکنت، عداوت اسلام کا تمغہ رکھنے والے حاسد، بدکردار، بدباطن، عالمی طاقتوں کے ایجنٹ اور ممسوح الفطرت یہود ہیں، ان کی جانب سے 1948ء سے فلسطین کی سرزمین پر ناجائز قبضہ کرنے نیز ان کے گھروں سے انہیں بے دخل کرنے کے بعد سے شروع ہونے والے انسانیت سوز مظالم کا سلسلہ 7/اکتوبر 2023ء کی طوفان الاقصیٰ کی جنگ کے بعد اپنی انتہا کو پہنچ چکا۔ غزہ پر دن رات بمباری جاری ہے، غزہ کی بجلی، گیس اور غذائی اشیاء بند کر دی گئی ہیں، ایک جانب شیر خوار بچوں سے لے کر بزرگ اور بے گناہ شہری یہودیوں کے مظالم سے جام شہادت نوش کر چکے ہیں، دوسری جانب بھوک وافلاس سے لوگ جاں بلب ہیں۔

غزہ کے ہسپتال تک کو بمباری میں زمین بوس کر کے کم و بیش ایک ہزار زخمیوں کو شہید کر دیا گیا ہے، اطلاعات کے مطابق اسرائیلی خون چکاں مظالم سے ہزاروں شہداء کی نعشیں بے گور و کفن پڑی ہیں، عمارتیں زمین بوس ہو چکی ہیں، لوگوں کو غزہ چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، جبری ہجرت کے لیے دھمکیاں دی جا رہی ہیں، اسرائیلی درندوں نے غزہ میں داخل ہو کر زمینی جنگ شروع کرنے کا الٹی میٹم بھی دے دیا ہے، اس خونخوار بھیڑیے کے منہ کو انسانی خون لگ چکا ہے، یہ خونخوار درندہ اب تک ہزاروں کلمہ گو مرد و خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو ہڑپ کر کے سیر ہونے کا نام نہیں لے رہا، جن عالمی اسلام دشمن قوتوں نے اسرائیل کی بنیاد رکھی تھی، وہ قوتیں امریکا یورپ آج بھی انسانی حقوق کے نام نہاد محافظ ہونے کے دعووں کے باوجود ان ہولناک مظالم پر خوش و خرم اور شاداں و رقص کناں ہیں، ان بین الاقوامی منافقوں کو اہل فلسطین شاید انسان نہیں لگتے، انسان تو انسان جانوروں تک کے حقوق کے نعرے الاپنے والوں کو فلسطین کا المیہ نظر نہیں آتا، الٹا امریکا کے بحری بیڑے اور اسلحہ اسرائیلی مظالم میں حصہ دار و شریک بن چکے ہیں۔

دوسری جانب اسلامی ممالک کی حکومتیں زبانی جمع خرچ اور لیپا پوتی میں مصروف ہیں، کوئی دو ریاستی حل پیش کر کے مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے حوالہ کرنے کی تجویز دے رہا ہے، تو کوئی حماس کے حملہ کی وجہ سے اسرائیل کے ساتھ ہونے والے معاہدے اور دوستی کے منصوبے کے پس پشت چلے جانے پر کف افسوس مل رہا ہے۔ کوئی زبانی مذمت تک محدود ہے، تو کوئی ملک خالی خولی دھمکیوں پر مکتفی ہے۔ کچھ کو حماس کے اسرائیل پر حملہ کا افسوس ہے تو کوئی اس طعنہ زنی میں مصروف ہے کہ جب لڑنے کی طاقت نہ تھی تو حملہ کیوں کیا؟ کئی ممالک کے لبوں پر مہر سکوت ثبت ہے۔

یہ بے چارے نہیں جانتے کہ حماس کے لوگ 7/اکتوبر 2023ء کو اسرائیل میں گھس کر ان یہودیوں کے گھروں میں نہیں بلکہ اپنے ہی غصب شدہ گھروں میں گئے اور جا کر غاصبین کو اپنے گھر چھوڑنے کا پیغام دیا، حماس نے عالمی قوتوں اور پڑوسی مسلم ممالک جو مسئلہ فلسطین کو عملاً دفن کر چکے تھے اور مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے درپے تھے کو اس حملہ سے پیغام دیا کہ مسئلہ فلسطین نہ حل ہوا ہے اور نہ ختم کیا جا سکتا ہے، بلکہ غاصبوں سے اہل فلسطین کی مقدس سرزمین اور مسجد اقصیٰ بہرصورت اہل اسلام نے حاصل کرنی ہے، نیز پچھتر (75) سالوں سے جاری لڑائی ختم نہیں ہوئی، ابھی جاری ہے، صیہونی قبضہ تسلیم نہیں کیا گیا نہ ہضم کرنے دیا جائے گا، شاید اسی مقصد کے لیے حماس نے اس دفعہ اس خونخوار سے ایک بڑی پنجہ آزمائی کی، اسرائیل پر غیر متوقع طور پر ایسا حملہ کیا جس کا دور دور تک اسرائیلی، امریکی خفیہ ایجنسیوں کو وہم و

گمان تک بھی نہ تھا، ہر چند کہ اس حملہ کی حماس کو بہت بڑی قیمت چکانی پڑی تاہم اس حملہ نے عالمی منصوبوں، سعودی عرب اور بعض ممالک کے اسرائیل سے ہونے والے معاہدوں اور مسئلہ فلسطین دفن کرنے کے منصوبوں کو بہر حال خاک میں ملا دیا۔

ایک جانب مسلم ریاستوں کے حکمران ہیں جو گومگو کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں، اس کی وجہ ان کی مجبوریاں اور بین الاقوامی قوتوں کا دباؤ ہے، دوسری جانب ان مسلم ممالک کے عوام ہیں جو بہر حال اہل فلسطین کی حمایت اور یہود ملعون کی مذمت میں غضبناک ہیں، وہ دنیا بھر میں مظاہرے کر رہے ہیں، نماز فجر میں قنوت نازلہ کی صورت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی نصرت و مدد اور یہود و نصاریٰ کی تباہی کے لیے دعائیں کر رہے ہیں، فلسطینیوں کی مدد کے لیے دل کھول کر عطیات دے رہے ہیں، اپنی اپنی حکومتوں پر اسرائیل کے خلاف اور اہل فلسطین کے حق میں پالیسی بنانے کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں، مسلم امہ فلسطین کی حمایت میں یکجان بھی ہے اور یک سُو بھی۔ اگر مختلف ممالک کی سرحدی پابندیاں نہ ہوں تو امت کے سپوت عملی جہاد کے لیے فلسطین کی آزادی اور مسجد اقصیٰ کو یہود منحوس سے چھڑانے کے لیے فلسطین جا پہنچیں، اس لیے دنیا بھر کے حکمران نوشتۂ دیوار پڑھ لیں کہ مسلم امہ اور انصاف پسند غیر مسلم طبقات بھی نہ صرف فلسطینیوں کے ساتھ ہیں، بلکہ اسرائیل کو غاصب، جابر، قاتل اور دہشت گرد بھی سمجھتے ہیں۔ مسلمان تو کجا انصاف پسند غیر مسلم بھی فلسطین کی حمایت اور اسرائیل کے خلاف احتجاج کناں ہیں۔

کیا مسجد اقصیٰ یہود کی ہے؟

مسجد اقصیٰ کا تنازعہ کیا ہے اور اسرائیل کی ریاست کیسے معرض وجود میں آئی ؟ نیز یہ جائز ریاست ہے یا قابض؟ اسے قرآن وسنت اور تاریخ کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

قرآن وسنت کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مسجد اقصیٰ روئے ارض کی قائم شدہ دوسری مسجد ہے جو مسجد حرام کی تعمیر کے چالیس سال بعد تعمیر کی گئی۔ صحیح بخاری میں ہے:

”عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ؟ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً۔“ (صحیح بخاری:3366)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دنیا میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا (مکہ کی) مسجد حرام۔ میں نے عرض کیا پھر کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا (بیت المقدس کی) مسجد اقصیٰ، میں نے عرض کیا ان کے درمیان میں کتنا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس سال۔

حدیث مذکور میں بیت اللہ (مسجد حرام) اور بیت المقدس کی تعمیر میں چالیس سال کا فاصلہ بتایا گیا ہے، شارح بخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کی شرح میں اس امر کو ترجیح دی ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر اول حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمائی انہیں اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی سیر کرنے اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا حکم دیا، حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیل ارشاد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر بھی فرمائی اور اس کے بعد عبادت بھی فرمائی۔ اسی طرح دونوں مساجد کی تعمیر کا فاصلہ چالیس سال ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے بانی ومتولی اول حضرت آدم علیہ السلام تھے، تب نہ یہود کا وجود تھا اور نہ ہی باقی انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی تھی، طوفان نوح میں بیت اللہ اٹھا لیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر نو کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم فرمایا، انہوں نے تعمیل حکم خداوندی میں بیت اللہ کی تعمیر فرمائی، اس تعمیر کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ایسے ہی مسجد اقصیٰ کی توسیع وتعمیر حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی اس تعمیر کی جانب بھی قرآن کریم میں اشارہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں عیسائی بادشاہ کے ہاتھوں مسجد اقصیٰ کی تباہی اور یہودیوں کے کشت وخون نیز اس قتل وغارتگری کی وجہ یہود کی بدعملیوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

بعض اہل علم نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی نسبت حضرت سلیمان علیہ السلام سے قبل حضرت یعقوب علیہ السلام کی جانب سے بھی کی ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے معراج کے موقع پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر کروایا اس سفر کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ الاسراء میں مذکور ہے:

”سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرَى بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔“ (الاسراء:1)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔

تب مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور ملحقہ شہر جسے اس زمانہ میں ''ایلیا'' کہا جاتا تھا، قیصر روم کے زیر اثر تھا، قیصر روم ''ہرقل'' عیسائی مذہب کا حامل تھا، ہرقل کا دارالحکومت تو ''رومتہ الکبریٰ'' تھا لیکن وہ عبادت کے لیے مسجد اقصیٰ آتا جاتا تھا۔

سن 7 ہجری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عالم کو دعوت اسلام دینے کے لیے خطوط ارسال فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا خط روم کے بادشاہ ہرقل کو ارسال فرمایا تب ہرقل اپنی منت اور نذر کی تکمیل کے لیے حمص سے بیت المقدس پیدل سفر کرکے آیا تھا، یہیں پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط موصول ہوا۔ الغرض تب مسجد اقصیٰ یہود کے پاس نہیں بلکہ نصاریٰ کے پاس تھی۔

معراج کے موقع پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ لاکر جملہ انبیاء علیہم السلام کی امامت کروائی گئی، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق آپ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے، یہاں جملہ انبیاء علیہم السلام پہلے سے موجود تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ پر کھڑا کردیا۔

(مسند احمد)

دراصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کا مصلیٰ اور انبیاء علیہم السلام کی امامت سونپ کر مسجد اقصیٰ کی تولیت سونپی گئی، منشاء خداوندی یہی تھی کہ ملک شام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہو اور مسجد اقصیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے سپرد ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے سامنے روشنی نمودار ہوئی جس میں انہوں نے شام کے محلات دیکھے، انہیں روشنیوں میں آپ کی والدہ محترمہ نے یمن، فارس اور روم کے محلات بھی دیکھے۔

(نقوش مصطفیٰ جلد اول:113)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئیوں میں ''ملکہ بالشام'' یعنی آپ کا ملک شام میں ہوگا، آیا ہے تب مسجد اقصیٰ شام کا حصہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غزوۂ احزاب کے موقع پر چٹان توڑتے ہوئے روشنیوں میں دیگر ممالک کی طرح شام کے محلات دکھادیے گئے، اس سے اشارہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت شام تک وسیع ہوگی۔

(نقوش مصطفیٰ جلد دوم:489)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق ملک شام حاصل فرمایا، نیز مسجد اقصیٰ اور ایلیاء کے حصول کے لیے خود بیت المقدس کا سفر فرمایا، تب بھی یہاں کی آبادی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت عیسائیوں کے پاس تھی، عیسائیوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بلاواسطہ معاہدہ کرکے مسجد اقصیٰ بغیر جنگ کے حضرت عمرؓ کے حوالہ کی، یہ معاہدہ کتب تاریخ میں درج ذیل الفاظ سے مذکور ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا ما أعطى عبدُ اللهِ عُمَرُ أميرُ المؤمنينَ أهلَ إيلياءَ مِن الأمانِ: أعطاهم أمانًا لأنفُسِهم وأموالِهم، ولكنائِسِهم وصُلبانِهم، وسَقيمِها وبَريئِها وسائرِ مِلّتِها، أنّه لا تُسكَنُ كَنائِسُهم ولا تُهدَمُ، ولا يُنتقَصُ مِنها ولا مِن حَيِّزِها، ولا مِن صَليبِهم، ولا مِن شيءٍ مِن أموالِهم، ولا يُكرَهونَ على دينِهم، ولا يُضارُّ أحَدٌ مِنهم، ولا يَسكُنُ بإيلياءَ معَهم أحَدٌ مِن اليَهودِ، وعلى أهلِ إيلياءَ أن يُعطوا الجِزيةَ كما يُعطي أهلُ المَدائِنِ، وعليهم أن يُخرِجوا مِنها الرّومَ واللُّصوصَ، فمَن خَرَجَ مِنهم فإنّه آمِنٌ على نفسِه ومالِه حتّى يَبلُغوا مَأمَنَهم، ومَن أقامَ مِنهم فهو آمِنٌ، وعليه مِثلُ ما على أهلِ إيلياءَ مِن الجِزيةِ، ومَن أحَبَّ مِن أهلِ إيلياءَ أن يَسيرَ بنفسِه ومالِه معَ الرّومِ ويُخلّيَ بِيَعَهم وصُلُبَهم فإنّهم آمِنونَ على أنفُسِهم وعلى بِيَعِهم وصُلُبِهم، حتّى يَبلُغوا مَأمَنَهم، ومَن كانَ بها مِن أهلِ الأرضِ قبلَ مَقتَلِ فُلانٍ، فمَن شاءَ مِنهم قعَدَ وعليه مِثلُ ما على أهلِ إيلياءَ مِن الجِزيةِ، ومَن شاءَ سارَ معَ الرّومِ، ومَن شاءَ رَجَعَ إلى أهلِه فإنّه لا يُؤخَذُ مِنهم شيءٌ حتّى يُحصَدَ حَصادُهم، وعلى ما في هذا الكِتابِ عَهدُ اللهِ وذِمّةُ رسولِه وذِمّةُ الخُلَفاءِ وذِمّةُ المؤمنينَ إذا أعطَوا الّذي عليهم مِن الجِزيةِ. شَهِدَ على ذلك خالِدُ بنُ الوَليدِ، وعَمرُو بنُ العاصِ، وعبدُ الرّحمنِ بنُ عَوفٍ، ومُعاوِيةُ بنُ أبي سُفيانَ

(تاریخ طبری: ج2ص 449)

ترجمہ: ''یہ وہ امان ہے جو خدا کے بندے

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اور نہ ان کے احاطہ کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے (یہود کو بیت المقدس میں آباد نہیں کیا جائے گا) ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں اور چوروں کا نکال دیں، ان رومیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا، اس کی جان اور مال کو امن ہے تا کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے، اور جو ایلیاء ہی میں رہنا اختیار کرلے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر رومیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں کو اور صلیبوں کو امن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں، اور جو کچھ اس تحریر میں ہے، اس پر خدا کا، اس کے رسول کا، خدا کے خلیفہ کا اور مسلمانوں کا ذمہ ہے، بشرط یہ کہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں، اس تحریر پر خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم گواہ ہیں۔“

اس معاہدہ کے تحت عیسائیوں نے یہ شرط لگائی تھی کہ مسجد اقصیٰ کے گردوپیش میں یہودیوں کی آبادکاری نہیں کی جائے گی، مذکورہ بالا تفصیل اور معاہدہ سے معلوم ہوا کہ مسجد اقصیٰ سے یہود کا کوئی تعلق نہیں رہا، اہل اسلام نے عیسائیوں سے مسجد اقصیٰ حاصل کی اور پھر صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کی کوشش کی جسے صلاح الدین ایوبی مرحوم نے دوبارہ حاصل فرمایا، تب بھی یہود اس معاملہ میں فریق نہ تھے، اس لیے یہودیوں کا اس مسجد سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔

البتہ 1917ء میں پہلی جنگ عظیم کے وقت غداران وطن مسلمانوں کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد پورا عالم عرب بشمول مسجد اقصیٰ سلطنت عثمانیہ کے ہاتھ سے نکل گیا، شریف حسین آف مکہ اور اس کے دیگر حواریوں کی وجہ سے عالم عرب مختلف ریاستوں میں تقسیم ہوگیا، اردن، سعودی عرب، شام، عراق، فلسطین عمان، کویت، قطر وغیرہ ممالک معرض وجود میں آگئے۔ یروشلم (بیت المقدس) پر ترکیوں نے دشمنوں کے خلاف سخت جنگ لڑی، نتیجہ میں 25 ہزار مسلمان فوجی شہید ہوگئے لیکن عربوں کی بغاوت کی وجہ سے یروشلم ہاتھ سے نکل گیا۔

1917ء میں بالفور اعلامیہ کے تحت فاتح قوم برطانیہ نے فلسطین کو یہودیوں کا قومی گھر قرار دینے کا فیصلہ کیا، 1920ء سے 1940ء کے درمیان دنیا بھر کے یہودیوں کو برطانیہ کی سرپرستی میں یہاں آباد کیا گیا۔ 1947ء میں ایک جانب مسلم ریاست پاکستان معرض وجود میں آئی تو دوسری جانب اقوام متحدہ نے فلسطین کو دو الگ الگ یہودی اور عرب ریاستوں میں تقسیم کا اعلان کردیا، نیز بیت المقدس کو بین الاقوامی شہر قرار دیا، مسلمانوں نے اقوام متحدہ کے اس غاصبانہ فیصلہ کو مسترد کیا لیکن طے شدہ منصوبے کے تحت 1948ء میں برطانیہ نے علاقہ کا کنٹرول یہودیوں کے حوالہ کرکے علاقہ چھوڑ دیا، یوں اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم ہوگئی، تب یہودیوں اور مسلمانوں میں جنگ شروع ہوئی یہ جنگ 1949ء میں ختم ہوئی، اسرائیل بیشتر فلسطینی علاقوں پر قبضہ کرچکا تھا، عالمی طاقتوں نے بھرپور انداز میں اسرائیل کا ساتھ دیا، یوں عالمی قوتوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنا پالتو بچہ اس علاقہ میں پالنا شروع کردیا، 1967ء میں ایک بار پھر عرب اسرائیل جنگ ہوئی، جس کے نتیجے میں اسرائیل مشرقی بیت المقدس، غرب اردن اور شام کی طرف گولان کی پہاڑیوں پر بھی قابض ہوگیا۔

گزشتہ 50 سالوں سے اسرائیل، عرب خطہ میں نئی نئی بستیاں بنا کر یہودیوں کی آبادکاری کررہا ہے اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بےدخل کر رہا ہے۔ نتیجتاً اب مسلمان غزہ کی 41 کلومیٹر لمبی اور 10 کلومیٹر چوڑی پٹی تک محدود ہوگئے ہیں۔

اسی بستی پر جنگ مسلط ہے، اسرائیل اس بستی میں رہائش پذیر 20 لاکھ سے زائد کی آبادی کو نسل کشی کے ذریعے ختم کرنا چاہتا ہے اور عالمی طاقتیں اس منصوبہ میں اس کی ہمنوا اور مددگار ہیں، ایسے میں انسانی حقوق کے دعویداروں کی منافقت کھل کر سامنے آچکی ہے۔

اہل اسلام کو اس صورت حال میں جرأت مندانہ اور بصیرت پر مبنی اقدام کی اشد ضرورت ہے، تاکہ مستقل بنیادوں پر مسئلہ فلسطین کے پائیدار حل کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔ ☆☆

برکاتِ مکارمِ اخلاق

قیامت تک شریعت محمدی پر عمل کیے بغیر اخروی کامیابی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

شریعت اسلامیہ میں جہاں انفرادی عبادت کرنے کی تاکید کی گئی ہے، وہیں سب کے ساتھ اچھا برتاؤ، نرمی، دوسروں کی خدمت، بڑوں کا احترام، اچھے اخلاق، تکبّر وحسد سے اجتناب، گھر والوں اور پڑوسیوں کو خوش رکھنے، تمام لوگوں کے حقوق کی ادائی کرنے اور سلام میں پہل کرنے کی خصوصی تعلیمات دی گئی ہیں، تاکہ ایک اچھا معاشرہ وجود میں آسکے۔

سیّدالرسل خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ کو عالمی رسالت سے نوازا گیا، اب قیامت تک شریعت محمدیؐ پر عمل کیے بغیر اخروی کامیابی حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے انقلاب برپا کر کے صرف تیئس سال میں اپنے قول وعمل سے ایسے معاشرے کو وجود بخشا جو قیامت تک انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ہمیں اپنے معاشرہ کی برائیوں پر قابو پانے کے لیے حضور اکرم ﷺ کی کوشش سے وجود میں آئی صحابۂ کرامؓ کی جماعت کی زندگی کو ہی اختیار کرنا ہوگا۔

☆ تواضع وانکساری:

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی کا مفہوم: ''اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی ہے کہ تم تواضع (عاجزی و انکساری) اختیار کرو۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ دوسرے پر زیادتی کرے۔'' (مسلم) ''کوئی صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، اور جو جتنا زیادہ درگزر کرتا ہے اللہ اس کی عزت اتنی ہی زیادہ بڑھاتے ہیں اور جس نے اللہ کے لیے تواضع کی اللہ نے اسے بلند کیا۔'' (مسلم) ''اللہ تعالیٰ نے جس پیغمبر کو بھی بھیجا ہے اس نے بکریاں چرائیں۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اور آپؐ نے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! میں اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چراتا تھا۔'' (بخاری)

امُ المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ گھر میں کام بھی کیا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ فوراً نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے۔'' (بخاری)

دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک! اللہ نرمی کرنے والے اور نرمی کو پسند کرنے والے ہیں، اور نرمی پر وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی پر نہیں دیتے اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز پر دیتے ہیں۔'' (مسلم) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی (دیہاتی) کھڑے ہوکر مسجد (کے صحن) میں پیشاب کرنے لگا تو لوگوں نے اسے پکڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی بہادو کیوں کہ تم نرمی کے لیے بھیجے گئے ہو، سختی کے لیے نہیں۔'' (بخاری) آپؐ نے اس دیہاتی کو پیشاب کرتے وقت روکنے سے منع فرمایا تاکہ پیشاب بند کرانے کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف نہ ہوجائے، لیکن پیشاب کے بعد اُس جگہ جہاں اُس نے پیشاب کیا تھا، وہاں آپ ﷺ نے پانی بہانے کا حکم دیا۔

☆ تکبّر اور حسد سے بچیں اور کسی شخص کو حقیر نہ سمجھیں:

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم: ''زمین میں تُو اکڑ کر مت چل۔'' اسی طرح فرمانِ الٰہی ہے: ''اور تُو اپنے رخسار کو لوگوں کے لیے مت پُھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔'' (سورۃ لقمان)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ آدمی جنّت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی تکبّر ہو۔ ایک شخص نے پوچھا: بے شک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے خوب صورت ہوں اور اس کے جوتے خوب صورت ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک! اللہ جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں۔ کبر حق کو ٹھکرانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔ (مسلم) حضور

اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سرکشوں میں لکھا جاتا ہے، پس اس کو وہی سزا ملے گی جو ان کو ملے گی۔" (ترمذی)

☆ سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: "بے شک! آپ اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔" آپ ﷺ کے خادم خاص حضرت انسؓ جنہوں نے مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی دس سال خدمت فرمائی تھی، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔" (بخاری و مسلم) اسی طرح فرمان رسول ﷺ ہے: "مؤمن کے میزان میں قیامت کے دن حسن اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز بھاری نہ ہوگی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بدکلامی اور بے ہودہ گوئی کرنے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔" (ترمذی) رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: "لوگوں کو جنت میں لے جانے والے اعمال کیا ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کا ڈر اور حسن اخلاق۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی چیزیں لوگوں کو زیادہ آگ میں لے جانے والی ہیں؟ فرمایا: "منہ اور شرم گاہ۔" (ترمذی) "کامل مؤمن وہی ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ اور تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے بارے میں سب سے بہتر ہوں۔" (ترمذی) "بے شک مؤمن اپنے حسن اخلاق سے ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور شب بیدار کا درجہ پالیتا ہے۔" (ابوداؤد)

سلام میں سبقت کریں:

انسان کا مزاج اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ دوسرے انسان سے ملاقات کے وقت محبت کے پیغام پر مشتمل کوئی جملہ دوسرے شخص کو مانوس وخوش کرنے کے لیے کہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل زمانۂ جاہلیت میں بھی ملاقات کے وقت مبارک بادی کے کلمات کہنے کا رواج تھا۔ لیکن جب مذہب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپ ﷺ نے ملاقات کے وقت "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہنے کا طریقہ جاری فرمایا۔ اس کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی ہو۔ اِن کلمات سے نہ صرف محبت کا پیغام دوسرے کو پہنچتا ہے بل کہ یہ بہت جامع دعا بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمام بُری چیزوں، بلاؤں، آفتوں، مصیبتوں اور تکلیفوں سے محفوظ اور سلامت رکھے، پھر سلام کرنے والا سلامتی کی اس دعا کے ضمن میں گویا یہ بھی کہہ رہا ہے کہ تم خود بھی مجھ سے سلامت ہو میرے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے۔

قرآن وحدیث میں بار بار سلام کرنے کی تعلیم وترغیب دی گئی ہے۔ اختصار کے مدنظر صرف دو آیات کا مفہوم پیش ہے: "پس جب تم گھروں میں داخل ہونے لگو تو اپنے نفسوں کو سلام کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہے مبارک اور پاکیزہ۔" (سورۃ النور) "جب تمہیں تحفۂ سلام دیا جائے تو تم اس کو سلام دو اُس سے بہتر یا اسی کو لوٹا دو۔" (سورۃ النساء) یعنی جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں یا کم از کم انہی الفاظ کے ساتھ سلام کا جواب دو۔ سلام کی اہمیت اور فضیلت کے متعلق متعدد احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم جنّت میں نہیں جاسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم ایمان والے نہیں جب تک آپس میں محبّت نہ کرو۔

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

بھارتی اور یہودی لابیاں قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہی ہیں: علماء کرام

لاہور..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکز ختم نبوت مسلم ٹاؤن لاہور میں مسئلہ فلسطین، اسرائیل اور قادیانی سازشیں کے عنوان پر سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، پیر رضوان نفیس، قاری علیم الدین شاکر، ڈاکٹر عبدالواحد قریشی، میاں محمد رضوان نفیس، مولانا عبدالنعیم، میڈیا پرسن رانا محمد حسن نے شرکت کی۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ قادیانی اور اسرائیلی سازشوں کا بھرپور مقابلہ کرے گی۔ اسلام و پاکستان دشمن قوتوں کا گٹھ جوڑ، اسلام اور مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانی اور ان کے ہمنواؤں کی اسلام ودین دشمن سازشوں کو ہر محاذ پر بے نقاب کرتی رہے گی۔ اسرائیلی صیہونی غزہ فلسطین کو تباہ اور کھنڈر بنا رہے ہیں۔ فلسطینی وحشیانہ، غیر انسانی، بہیمانہ مظالم کا شکار ہیں۔ 2 ارب مسلمان بے بس، حکمران بے حسی، بزدلی، بے حمیتی کا شکار ہیں۔ اسرائیل کی تباہی وبربادی صرف دعاؤں سے نہیں بلکہ مؤثر اقدامات کی متقاضی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھارتی اور یہودی لابیاں قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہی ہیں۔ عالم کفر اور صیہونی قوتیں مسلم ممالک میں سازشوں کا جال بن کر مسلم امہ کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں۔ ان کو اس کا خمیازہ ضرور بھگتنا پڑے گا۔ علماء کرام نے مسلم امہ کے حکمرانوں سے اپیل کی کہ وہ یہود وہنود کے خلاف مضبوط اتحاد کے ذریعے کفریہ یلغار روکنے کے لیے عملی اقدامات کا اعلان کریں تا کہ فلسطین سمیت دنیا بھر کے مظلوم وبے گناہ مسلمانوں کو ظلم سے نجات دلائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت ایک فتنہ ہے جو سامراجی ویہودی مفادات کے لیے سرگرم عمل ہے اور اسلام کا ٹائٹل استعمال کرکے دنیا کو دھوکا دے رہی ہے۔

دعوت و تبلیغ کی عالمی تحریک

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

دہلی کے جنوب میں راجپوت نومسلموں کی ایک قدیم آبادی تھی، یہ میو کہلاتے تھے اور اسی مناسبت سے یہ علاقہ میوات کہلاتا تھا، شجاعت و بہادری اور جنگ جویانہ صلاحیت متوارثاً ان کے رگ و ریشہ میں سرایت تھی، مسلمانوں کے عہد حکومت میں دارالسلطنت دہلی پر آئے دن ان کی طرف سے لوٹ مار ہوتی رہتی تھی اور حکومتوں کو گاہے گاہے ان کی سرکوبی کے لئے باضابطہ فوج کشی کرنی پڑتی تھی، غالباً اسی وحشت و جہالت کی وجہ سے یہ ایک فراموش کردہ گروہ تھا، جو ایمان اور کفر کے درمیان زندگی گزار رہا تھا، عیدین، محرم، شب براءت اگر ان کے مسلمان ہونے کی پہچان تھی، تو دسہرہ، دیوالی، جنم اشٹمی اور ہولی بھی وہ کم جوش وخروش سے نہیں مناتے تھے، وہ برہمن سے شادیوں کے لئے تاریخ لیتے اور برہمن اور قاضی دونوں کے اشتراک سے رسم نکاح انجام دیتے، دھوتی مردوں کا عام لباس تھا اور مسجدیں ان کی آبادیوں میں خال خال ہوتی تھیں، وہ بھی نمازیوں کے لئے مرثیہ خواں۔

اللہ تعالیٰ نے اس طبقہ کی اصلاح کا ایک غیبی نظام پیدا فرمایا کہ بستی نظام الدین دہلی میں (جو اس زمانہ میں گویا میوات کی سرحد تھی) ایک بزرگ مولانا محمد اسماعیلؒ قیام پذیر ہوئے، انھوں نے اس بھلائے اور ٹھکرائے ہوئے علاقہ کو اپنی کوششوں کی آماجگاہ بنایا اور انھوں نے یہیں ایک مکتب قائم کیا، وہاں میوات سے دینی تعلیم کے لئے بچوں کو لانے لگے اور اس علاقہ میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا، اس طرح میواتیوں میں محبت کی چنگاری جل اُٹھی، انھوں نے سوچا کہ یہ کون ہے جو ٹھکرائے ہوؤں کو گلے لگاتا ہے! اور اس طرح اس سرکش قوم کا ایک گروہ بارگاہ اسماعیلی میں سرخمیدہ ہونے لگا، مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ کے بعد ان کے بڑے فرزند مولانا محمد صاحبؒ نے اس جگہ کو سنبھالا اور اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھایا، محبت کی جو تخم بوئی گئی تھی، اس کی جڑیں کچھ اور مضبوط ہوئیں، مولانا محمد صاحب کی وفات کے بعد ایک ایسے شخص نے اس مسند کو سنبھالا جو محبت کا سوداگر تھا، جس کے رگ و ریشہ میں اُمت کا پیار سمایا ہوا تھا، جس کا دلِ دردمند ہر لحہ اُمت کے لئے تڑپتا اور پھڑکتا رہتا تھا اور جس کی آنکھیں انسانیت کے غم میں شب و روز آنسوؤں سے وضو کیا کرتی تھیں، جس کی زبان لکنت زدہ تھی؛ لیکن اخلاص و ایمان کی حرارت اور دردِ دل کی گھلاوٹ کی وجہ سے وہ لوہے کو موم اور شعلہ کو شبنم بنانے کی صلاحیت رکھتی تھی، وہ شخصیت تھی مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کی، جو مولانا محمد اسماعیل کے صاحبزادے اور مولانا محمد کے برادر خورد تھے۔

وہ اس وقت مظاہر علوم سہارن پور میں اچھے خاصے، کامیاب اور مقبول مدرس تھے اور ہر طرح کے بارِ غم سے آزاد؛ لیکن خدا نے جس کو غم سہنے اور غم اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہو، وہ کیوں کر اس بوجھ سے آزاد رہ سکتا ہے؟ میواتیوں کی فکر اور ان کی بے دینی کا غم مولانا کو سہارن پور سے میوات لایا، اس وقت مولانا کے پاس سرمایہ زندگی کچھ بھی نہ تھا؛ البتہ اللہ پر توکل کی متاع گراں مایہ ساتھ تھی اور بارہا ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ فاقہ مستی کی لذتوں سے اپنے آپ کو شادکام فرماتے تھے، میوات میں مدارس کے لئے مالی وسائل فراہم کرنا تو دور کی بات ہے، لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے بھی روادار نہیں تھے، ان حالات میں آپ نے گاؤں گاؤں قیام مکاتب کی تحریک چلائی اور بے شمار مکتب قائم فرمائے؛ لیکن میوات میں جہالت و بددینی کا جو طوفان تھا، مکاتب کے یہ کمزور دیئے ان کو روکنے میں چنداں مؤثر ثابت نہیں ہوئے اور مولانا کی بے قراری بڑھتی ہی گئی، یہاں تک کہ جب ایک مکتب کا حافظ جذبۂ مسرت و افتخار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ نے دیکھا کہ اس کی داڑھی منڈی ہوئی ہے اور وضع، قطع میں کہیں مسلمانیت کا کوئی رنگ نہیں، تو آپ اور بے چین ہوگئے اور اس نے اُمت کے اسیر غم کو اور بھی گھلانا شروع کردیا۔

یہاں تک کہ شوال ۱۳۴۴ھ میں دوسری بار حج کے لئے روانہ ہوئے، جب مدینہ سے واپسی کا وقت آیا تو مولانا پر ایک عجب اضطرابی کیفیت طاری تھی، ایسی کہ جیسے ایک غلام نے طے کرلیا ہو کہ اپنے آقا سے دامن مراد بھرے بغیر چوکھٹ چھوڑے گا نہیں، یہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں دعوت و اصلاح کا وہ طریقہ ڈالا جو آج تبلیغی تحریک کے نام سے معروف ہے، مولانا کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ہم تم سے کام لیں گے، تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہئے، ۲۹/ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ کو جامع مسجد سہارنپور میں مولانا نے اس سلسلہ کا پہلا خطاب فرمایا، دعوت و تبلیغ کے کام کے لئے افراد کی تشکیل کی، پھر ان ہی دِنوں میں دعوت کے اُصول مقرر فرمائے، ابتداء میں آپ نے دعوت کے مضمون کو اتنی وسعت دی تھی کہ وہ ۶۰ تک پہنچ گئے؛ لیکن ظاہر ہے کہ مولانا جس طرح اُمت کے ہر طبقہ سے یہ کام لینا چاہتے تھے، ان کے لئے احکام دین کی اتنی طویل فہرست کو سنبھالنا ممکن نہیں تھا، اس لئے تجربہ سے مختصر کرتے ہوئے مولانا نے اس تحریک کو چھ نکات پر مرتکز فرمادیا: ایمان، اخلاص، نماز، علم و ذکر، تبلیغ اور اکرام مسلم، یہ ایسی باتیں ہیں، جن پر اُمت کے تمام طبقات کا اتفاق ہے اور جس سے کسی مسلمان کے لئے اختلاف کی گنجائش نہیں، یہ گویا اُمت کے لئے کلمۂ سواء کا درجہ رکھتا ہے۔

قدرت نے انسان کو پانی فراہم کرنے کے دو ذرائع رکھے ہیں: ایک کنواں اور دریا، جہاں پیاسے خود پہنچتے ہیں، دوسرے: بادل جو پانی کی کشکول اُٹھائے، دردر کا چکر لگاتا ہے اور خود پیاسوں کو پانی پہنچاتا ہے، مولانا چاہتے تھے کہ جیسے مدارس اور خانقاہیں، علم و اصلاح کے سرچشمے اور سمندر ہیں، ویسے ہی علم کا ایک بادل بھی اُٹھے اور وہ بے طلبوں تک دین کا آب حیات پہنچائے کہ انبیاء کے یہاں اشاعت دین کے یہ دونوں طریقے موجود تھے، ایک طرف لوگ دارارقم (مکہ) اور صفہ (مدینہ) پہنچ کر انوار نبوت سے اپنے سینے معمور کرتے تھے، تو دوسری طرف مکہ کی گلیوں، طائف کے بازاروں اور عرب کے دور و دراز قبیلوں تک خود آفتاب نبوت پہنچتا تھا اور جو لوگ نورِ حقیقت سے نا آشنا تھے، ان میں اس کی طلب پیدا کرتا تھا۔

مولانا کو اس بات پر پورا یقین تھا کہ دعوت الی اللہ کا جو نہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا تھا، وہی سادہ طریقہ مفید و کارآمد ہے، اس لئے سادگی اور رسمیات سے آزاد ہوکر کام کرنے اور اللہ کے سامنے رونے دھونے، گڑگڑانے، مانگنے اور تڑپنے، التجا کا ہاتھ پھیلانے اور رات کی تنہائیوں کو نالۂ نیم شبی اور آہ سحرگاہی سے آباد رکھنے کے ذریعہ ہی اس کام کو تقویت حاصل ہوسکتی ہے؛ چنانچہ اسی طریقہ و نہج پر مولانا نے اس تحریک کو شروع کیا اور زندگی کے آخری لمحہ تک اُمت کے غم میں گُھلتے اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے فکر مند رہے اور اس کے برگ و بار بھی اپنی آنکھوں سے دیکھے، ۲۱/ رجب ۱۳۶۳ھ شنبہ کو ٹھیک اذان فجر کے وقت جب صبح صادق طلوع ہورہا تھا، اصلاحِ اُمت کی فکر میں اپنے سینہ کو جلانے والا یہ چراغ بجھ گیا اور تحریک کے بزرگوں کے مشورہ سے آپ کے فرزند ارجمند، داعی الی اللہ مولانا محمد یوسفؒ صاحب کو آپ کا جانشین منتخب کیا گیا اور آپ کا عمامہ بزرگوں کے ہاتھوں مولانا یوسف صاحب کے زیب سر ہوا۔

مولانا یوسف صاحب کو ابتداءً کار دعوت سے کچھ زیادہ اشتغال نہیں تھا؛ لیکن اپنے والد ماجد کی آخری زندگی میں اس طرف توجہ ہوئی، پھر تو وہ اس تحریک کے لئے یوسف مصر بن کر درخشاں ہوئے اور ان کے روئے عالمتاب سے مشرق و مغرب تک اس تحریک کی روشنی پہنچی، ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ کو ایک دعوتی سفر کے دوران آپ کی وفات ہوئی، مولانا کو اُمت کا درد اور ان کی فکر والد ماجد سے بکمال و تمام میراث میں ملی تھی، انھیں کم مدت ملی؛ لیکن اس پوری مدت وہ ایک ''سکوں نا آشنا پارہ'' کی طرح تڑپتے اور میکدۂ عشق کے دیوانوں کو تڑپاتے، اگر مولانا الیاس صاحب کو لکنت موسیٰ سے نسبت حاصل تھی تو مولانا محمد یوسف صاحب نے بلاغت ہارون سے حصہ پایا تھا اور ان کا خطاب دلوں کی دنیا کو زیروزبر کرکے رکھ دیتا تھا، مولانا نے اپنے آخری خطاب میں جو فکر انگیز باتیں فرمائی، ان سے بالکل صرف نظر کرکے گزر جانا طبیعت کو گوارہ نہیں، آپؒ نے فرمایا:

''اُمت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والے کا نام نہیں؛ بلکہ سینکڑوں، ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر اُمت بنتی ہے، جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے، وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے، اُمت کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہلے خود ہم نے ذبح کیا،

یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی اُمت کو کاٹا، اگر مسلمان اب بھی اُمت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی، ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے؛ لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم اُمت کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم! ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی، صرف کلمہ اور تسبیح سے اُمت نہیں بنے گی، اُمت میل ملاپ اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی؛ بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اپنا مفاد قربان کیا جائے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کرکے اپنے اوپر تکلیفیں جھیل کے اس اُمت کو اُمت بنایا تھا۔ (سوانح مولانا انعام الحسنؒ: ۱/۱۵۰)

غور کیجئے! اور ان الفاظ میں جھانکئے کہ ان کے ہر بُن مو سے اُمت کی محبت کا کیسا جذبہ بے پایاں ظاہر ہوتا ہے!

مولانا کی وفات کے بعد مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ اس تحریک کے تیسرے امیر منتخب ہوئے، مولانا نہ صرف اس قافلہ کے اولین شرکاء میں تھے؛ بلکہ وہ مولانا الیاس صاحب کے وقت سے ہی گویا اس تحریک کے دماغ تھے؛ جنھوں نے مولانا عبید اللہ بلیاویؒ، مولانا محمد عمر پالن پوریؒ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ اس تحریک کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچایا، اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان کے عہد میں یہ تحریک دنیا کی سب سے وسیع الاثر تحریک بن گئی اور اب شاید ہی کوئی ملک ہو جو اس کے فیض سے محروم ہو، ۱۰ر محرم ۱۴۱۶ھ کو مولانا کا انتقال ہو گیا اور اب تحریک نے اجتماعی قیادت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے تحریک کے تین آزمودہ کار شخصیتوں کو اس کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے منتخب کیا، ان میں سے مولانا اظہار الحسن صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور اب دو جواں سال اور جواں حوصلہ ذمہ دار مولانا محمد سعد صاحب اور مولانا محمد زبیر صاحب اس عالمگیر تحریک کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے لگے؛ مگر کچھ ہی عرصہ بعد ان میں سے مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے، اور اس قافلۂ حق کے ایک رکن باقی رہ گئے ہیں، جن کی قیادت میں جماعت کا بڑا حصہ دعوتی سفر طے کر رہا ہے، افسوس کہ اس وقت جماعت عملاً دو حصوں میں منقسم ہے، ایک حصہ نظامِ امارت کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ نظامِ شوریٰ، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس بکھراؤ نے جماعت کو بے حد نقصان پہنچایا ہے، اور شہر سے لے کر دیہات تک ہر جگہ کام کرنے والوں کے دو ٹکڑے ہو گئے، اللہ تعالیٰ اس دوری کو ختم کردے اور وحدت واتفاق کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

تبلیغی جماعت نے ہمیشہ سے اپنی یہ پالیسی رکھی ہے کہ پارلیمانی اور غیر پارلیمانی سیاست سے دور رہتے ہوئے خالص مذہبی اُمور کی مسلمانوں کو دعوت دی جائے، اللہ کے بندوں کو اللہ کے گھر تک لایا جائے، ان میں خوف آخرت کے تحت عمل کا جذبہ اُبھارا جائے، اسی لئے اس جماعت کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہاں آسمان کے اوپر یا زمین کے نیچے کی باتیں ہوتی ہیں۔

ہندوستان یا ہندوستان کے باہر یا کسی مسلم ملک میں تبلیغی جماعت کے افراد کبھی کسی دہشت گردانہ کارروائی میں شامل نہیں ہوئے اور انھوں نے اپنے آپ کو سیاسی مہم جوئی سے ہمیشہ دور رکھا؛ بلکہ بعض لوگوں کو تو ان پر اعتراض رہتا ہے کہ وہ عزیمت کے مقابلہ میں رخصت کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اس تنظیم میں نہ کوئی صدر ہے اور نہ سکریٹری، نہ مسجد سے ہٹ کر دفتر، نہ پریس اور میڈیا سے کوئی تعلق، نہ اخبار، نہ رسالہ، نہ الیکٹرانک ذرائع ابلاغ سے کوئی رابطہ، بس ایک کام ہے، بندوں کو اُن کے خالق سے جوڑنا اور یہ کام نہایت ہی خاموشی کے ساتھ انجام دیا جاتا ہے؛ لیکن اب اس غیر سیاسی اور خالص مذہبی تنظیم کا رشتہ بھی دہشت گردی سے جوڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اس طرح کی باتیں ہندوستان کی فرقہ پرست تنظیموں کی طرف سے پہلے بھی آتی تھیں؛ مگر اس کو کسی نے قابل توجہ نہیں سمجھا؛ کیوں کہ جن لوگوں نے جماعت کو قریب سے دیکھا ہے، وہ ایسی باتوں پر یقین کر ہی نہیں سکتے؛ مگر عالم عرب کی شاہی حکومتیں اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے عوام کے ہر چھوٹے بڑے اجتماع کو خطرہ کی نگاہ سے دیکھنے کی عادی ہیں؛ کیوں کہ انہیں پورا اندازہ ہے کہ اُن کی عوام اُن سے نفرت کرتی ہے؛ اس لئے وہ تبلیغی جماعت کے بارے میں بھی شک وشبہ میں مبتلا ہیں، کام کی عمومی اجازت تو پہلے بھی نہیں تھی، صرف چشم پوشی سے کام لیا جاتا تھا؛ مگر اب باضابطہ سرکاری علماء وخطباء کے ذریعہ تبلیغی جماعت کے خلاف تقریریں کرائی جا رہی ہیں، اور جو پابندی پہلے سے موجود تھی، ان کو مزید سخت کیا جا رہا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان میں فرقہ پرست گروہوں نے تبلیغی جماعت پر پابندی کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے

شرور سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے جس کا مقصد ایک ایسی تحریک کو نقصان پہنچانا ہے جو پُر رونق شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے قریوں، دیہاتوں اور کم آباد صحراؤں اور جنگلوں تک دین کو پہنچانے اور مسلمانوں میں اپنی مذہبی شناخت پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہے اور آج اس کا نفع ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہر جگہ سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، میں دین کے تمام کاموں کی دل سے قدر کرتا ہوں اور مختلف تنظیموں اور تحریکوں کے کاموں کو اختلافِ کار کے بجائے تقسیم کار خیال کرتا ہوں؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دعوت وتبلیغ کی یہ تحریک جتنی دور رس اثر کی حامل ہے اور جتنی انقلاب خیز، اثر انگیز اور طریقہ کار کے اعتبار سے سادہ اور آسان ہے اور جس طرح قدم قدم پر خدا سے لَو لگانے کا عادی بناتی ہے، وہ ایک نمونہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ باران حق کا امین اور سحاب رحمت بن کر بے طلبوں تک پہنچے اور ان میں طلب اور پیاس پیدا کرے اور یہ تحریک عملاً اِس وقت اِس کام کو انجام دے رہی ہے۔☆☆

بقیہ:......برکاتِ مکارمِ اخلاق

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں کہ جب تم اس کو اختیار کرو تو باہمی محبّت پیدا ہو جائے۔ (اور وہ اہم بات یہ ہے کہ) اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔'' (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے حصول کے لیے سلام کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسلام کی کون سی بات سب سے اچھی ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم کھانا کھلاؤ اور دوسروں کو سلام کرو خواہ اُن کو پہچانتے ہو یا نہیں۔'' (بخاری ومسلم) یعنی ہر شخص کو سلام کرنا چاہیے۔

سلام کرنے کے بعض احکام: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اسلام میں سلام کرنے کی خاص اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔ شریعت اسلامیہ میں سلام کرنا سنت ہے، مگر اس کا جواب دینا واجب ہے۔ سلام اور اس کا جواب اچھی نیت کے ساتھ سنت کے مطابق جمع کے صیغہ کے ساتھ دیا جائے، اگرچہ مخاطب ایک شخص ہی کیوں نہ ہو، تاکہ فرشتے (کراماً کاتبین) جو ہر ایک کے ساتھ ہیں سلام میں مخاطب کے ساتھ شامل ہوں اور ان کو سلام کرنے کا بھی ثواب مل جائے، اور پھر جب وہ سلام کا جواب دیں تو ان کی دعا بھی ہمیں مل جائے۔ اسی طرح سوار شخص پیدل چلنے والے کو، پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں، یہ حکم صرف تواضع وانکساری کی طرف راغب کرنے کے لیے ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر یہ لوگ سلام نہ کریں تو ہم پہل بھی نہ کریں، بل کہ ہم سلام میں پہل کر کے زیادہ ثواب کے حق دار بن جائیں۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ سلام میں پہل کرنے والا (اس عمل کی وجہ سے) تکبّر سے پاک ہے۔ (شعب الایمان)

تکبّر کا بہترین علاج یہ بھی ہے کہ ہر ملنے والے مسلمان کو سلام کرنے میں سبقت کی جائے۔ نیز ہم آپس میں ملاقات کے وقت بات چیت اور گفت گو سے قبل سلام کریں۔ عصر حاضر میں انٹرنیٹ اور موبائیل بھی ملاقات کا ایک ذریعہ ہے، اس لیے سلام کرنے کا جو حکم آپسی ملاقات کا ہے وہی فون کرتے اور اٹھاتے وقت کا ہوگا، لہٰذا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا بہتر ہوگا۔

بعض مواقع اور حالتیں سلام سے مستثنیٰ ہیں، اس سلسلے میں فقہاءِ کرامؒ کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ چند صورتوں اور حالتوں میں سلام نہیں کرنا چاہیے۔ جب کوئی اطاعت میں مشغول ہو، مثلاً نماز، ذکر، دعا، تلاوت، اذان واقامت، خطبہ یا کسی دینی مجلس کے وقت۔ جب کوئی بشری حاجت میں مشغول ہو، مثلاً کھانے پینے، سونے اور پیشاب پاخانہ وغیرہ کے وقت۔ جب کوئی معصیت میں مشغول ہو مثلاً شراب پی رہا ہو، تو اس موقع پر سلام نہیں کرنا چاہیے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسلام مسلمانوں کا غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور اُن کے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے پھیلا ہے، مگر عام طور پر آج ہمارے اندر یہ امتیازی صفت موجود نہیں ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، انہیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے والا اور سلام میں پہل کرنے والا بنائے۔ آمین۔☆☆

صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی

حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

ابوالعاص بن ربیع قبیلۂ قریش کی شاخ بنی عبدشمس کے چشم و چراغ تھے۔ وہ بھرپور جوانی کے حامل اور ایک شاندار دلکش شخصیت کے مالک تھے۔ دنیاوی مال و دولت اور خاندانی عز وشرف کے لحاظ سے بھی معاشرے میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ اپنی عظمت و خودداری اور مروت و وفاداری جیسی ذاتی خوبیوں اور اپنے آباؤاجداد کے قابل فخر موروثی وخاندانی کارناموں کے باعث عربی خصوصیات کی حامل ایک مثالی شخصیت تھے۔

ابوالعاص کو تجارت کا شوق قریش سے وراثت میں ملا تھا۔ جس کے تجارتی قافلے سال میں دوبار، سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام کے چکر لگایا کرتے تھے۔ مکہ اور شام کے درمیان ان کے تجارتی کاروانوں کی آمد ورفت ہر وقت جاری رہتی تھی۔ ان کا ہر قافلہ ایک سو اونٹوں اور دو سو آدمیوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ ان کی کاروباری مہارت اور صداقت و دیانت کی وجہ سے قریش کے لوگ اپنے اموالِ تجارت بھی ان کے حوالے کردیا کرتے تھے۔

ان کی خالہ اور محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زوجہ محترمہ خدیجہ بنت خُویلد ان کو وہی مقام دیتی تھیں جو ایک بیٹے کا اس کی ماں کے نزدیک ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنے دل کی پہنائیوں میں جگہ دیتیں اور ان کے دل کی طرح ان کے گھر کی وسعتیں بھی خوشی اور محبت کے ساتھ ہر وقت ان کو خوش آمدید کہنے کو تیار رہتی تھیں، اور خدیجہ ہی کی طرح محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ابوالعاص کے ساتھ بے انتہا محبت رکھتے تھے۔

زمانے کے ماہ وسال محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اہل وعیال پر نہایت تیز رفتاری اور پھرتی کے ساتھ گزر گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے جب ان کی سب سے بڑی بیٹی زینب جوانی کی سرحد میں داخل ہوگئی اور ایک خوشبودار اور خوش رنگ کلی کی طرح کھل گئی تو بڑے بڑے سرداران قریش کے بیٹوں کے دلوں میں اس کے ساتھ شادی کی تمنا سر اٹھانے لگی اور ایسا کیوں نہ ہوتا، جب کہ وہ قریش کی بیٹیوں میں حسب ونسب کے اعتبار سے شریف ترین، والدین کے لحاظ سے معزز ترین اور ذاتی اخلاق و کردار کی رو سے پاکیزہ ترین بیٹی تھی۔ لیکن ان کے لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس کے خالہ زاد بھائی اور مکے کے سب سے بہترین نوجوان ابوالعاص ابن ربیع کے سامنے اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتے۔

ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ زینب بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نکاح کو ابھی چند سال ہی گزرے تھے کہ مکے کی وادیاں نورِ خداوندی سے جگمگا اٹھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر منصبِ نبوت پر فائز کرتے ہوئے حکم دیا کہ: ’’اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ‘‘ چنانچہ اس کے نتیجے میں عورتوں میں سب سے پہلے ان کی بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد اور صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہن ان کے اوپر ایمان لائیں۔

حالانکہ حضرت فاطمہؓ اس وقت بہت چھوٹی تھیں، البتہ ان کے داماد ابوالعاص نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرنا پسند نہ کیا اور اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بے پناہ محبت اور مخلصانہ تعلق کے باوجود ان کے دین کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریشِ مکہ کے درمیان نزاع کافی شدت اختیار کر گئی تو قریش نے آپس میں کہا:

”تمہارا بُرا ہو، تم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں کے ساتھ اپنے بیٹوں کے نکاح کر کے ان کے غموں کو اپنے اوپر لاد لیا ہے۔ اگر تم انہیں ان کے پاس واپس بھیج دو تو ان کی توجہ تمہاری طرف سے ہٹ کر اپنی لڑکیوں کی طرف مبذول ہو جائے گی۔“

انہوں نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور ابوالعاص کے یہاں جا کر ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو اور اسے اس کے باپ کے گھر بھیج دو۔ تم قریش کی بہترین عورتوں میں سے جس سے چاہو گے تمہاری شادی کر دیں گے۔ مگر ابوالعاص نے ان کی پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ: ”خدا کی قسم! میں اپنی بیوی کو نہیں چھوڑوں گا اور اس کے بدلے میں دنیا کی کسی عورت کو قبول نہیں کروں گا۔“

البتہ آپ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر آپ کے یہاں بھیج دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی واپسی سے خوشی ہوئی۔ آپ چاہتے تھے کہ کاش ابوالعاص بھی وہی کرتے جو ان کے دونوں ساتھیوں نے کیا، لیکن آپ کے پاس اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ ان کو اس پر مجبور کر سکتے اور ابھی مومنات کے ساتھ مشرکین کے نکاح کی حرمت کا حکم بھی نہیں آیا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے اور وہاں آپ کے قدم مضبوطی سے جم گئے اور قریش آپ سے بدر میں قتال کرنے کے لئے نکلے تو ابوالعاص کو مجبور کیا گیا کہ وہ بھی ان کا ساتھ دیں، حالانکہ وہ اس جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے، اس لئے کہ ان کو مسلمانوں سے لڑنے یا انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے سے نہ کوئی دلچسپی تھی نہ وہ اس کی کوئی خواہش رکھتے تھے، لیکن اپنی قوم کے اندر جو اونچا مقام ان کو حاصل تھا، اس نے ان کو مجبور کیا کہ وہ اس کا ساتھ دیں۔ اس جنگ کا خاتمہ قریش کی ایسی شکست فاش پر ہوا، جس نے شرک کو قعرِ ذلت میں دھکیل دیا اور اس کے سرغنوں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ چنانچہ ان میں سے کچھ مارے گئے، کچھ گرفتار ہوئے اور کچھ نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ حضرت زینبؓ کے شوہر ابوالعاص بن ربیع اسیرانِ جنگ میں شامل تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کی رہائی کے لئے ان کے اوپر فدیہ عائد کیا۔ فدیے کی یہ رقم قیدیوں کے معاشرتی مقام و مرتبہ اور ان کی مالی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ہزار سے چار ہزار درہم تک مقرر کی گئی تھی۔ اس کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان صبح سے شام تک قاصدوں کی آمد و رفت کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیے کی رقوم لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر ابوالعاص کا فدیہ اپنے قاصد کے ذریعے بھیجا۔ اس میں انہوں نے وہ ہار بھی بھیجا تھا جو ان کی والدہ مرحومہ ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے ان کی رُخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو وفادار رفیقۂ حیات کی یاد نے تڑپا دیا اور لختِ جگر کی مجبوریوں نے بے حال کر دیا اور قلب مبارک رنج و ملال سے بھر گیا، جس کے آثار صاف طور پر چہرے پر نمایاں تھے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا:

”زینب نے یہ مال ابوالعاص کے فدیے کے واسطے بھیجا ہے، اگر مناسب سمجھو تو اس کے اسیر کو رہا کر دو اور اس کا مال اُسے واپس کر دو۔“

اور صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور ابوالعاص کسی فدیہ کے بغیر رہا کر دیئے گئے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہائی سے پہلے ان کے اوپر یہ شرط ضرور عائد کی کہ وہ بلا تاخیر ان کی بیٹی حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔

چنانچہ مکہ پہنچتے ہی ابوالعاص اپنے وعدے کی تکمیل میں لگ گئے۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کو سفر کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے بتایا کہ ان کے والد کے قاصد مکہ سے کچھ فاصلے پر ان کے منتظر ہیں۔ پھر انہوں نے ان کے لئے زادِ سفر اور سواری کا انتظام کرنے کے بعد اپنے بھائی عمرو ابن ربیع کو بلا کر ہدایت کی کہ وہ حضرت زینبؓ کے ساتھ جائیں اور انہیں ان لوگوں کے سپرد کر دیں جو ان کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آئے ہیں۔

عمرو ابن ربیع نے کمان اور ترکش کو کندھے

پر ڈالا، حضرت زینبؓ کو ان کے محمل میں بٹھایا اور ان کو لے کر دن دہاڑے قریش کی آنکھوں کے سامنے مکہ سے روانہ ہوگئے۔ اس پر ان لوگوں میں زبردست ہیجان برپا ہوگیا، ان کے تعاقب میں چل پڑے اور تھوڑی دُور جاتے جاتے ان کو پکڑ لیا اور حضرت زینبؓ کو بُری طرح خوفزدہ کیا۔ اس وقت عمرو نے کمان کے چلّے کو چڑھایا اور ترکش سے تیروں کو نکال کر اپنے سامنے پھیلائے ہوئے کہا: ''خدا کی قسم! جو شخص بھی ان کے قریب جانے کی کوشش کرے گا، میں اس کے سینے میں تیر پیوست کردوں گا۔'' وہ بڑے زبردست تیرانداز تھے، ان کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا تھا۔ اس وقت ابوسفیان بھی موقع پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے عمرو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''بھتیجے ٹھہرو! تیر نہ چلانا، مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں'' اور جب وہ رُک گئے تو ابوسفیان نے کہا:

''تم نے یہ اچھا نہیں کیا کہ زینبؓ کو علی الاعلان سب کے سامنے لئے جارہے ہو، جب کہ عرب کے لوگ اس بھاری مصیبت سے واقف ہوچکے ہیں جو میدانِ بدر میں اس کے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھوں ہمارے اوپر نازل ہوچکی ہے۔ اب اگر تم اس کو اس طرح کھلے عام لے کر نکل جاؤ گے تو عرب قبائل ہم کو بزدلی، کمزوری اور بے غیرتی کا طعنہ دیں گے، اگر میری مانو تو اس وقت اس کو واپس لے جاؤ اور چند روز اس کے شوہر کے گھر رکھو جب لوگ آپس میں یہ بات کرچکیں کہ: ''ہم نے اس کو واپس لوٹا دیا۔'' تو تم چپکے سے اس کو اس کے باپ کے پاس بھیج دینا، کیونکہ ہمیں اس کو روکنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

عمرو نے ابوسفیان کی بات مان لی اور حضرت زینبؓ کو لے کر واپس مکہ چلے گئے۔ پھر چند روز کے بعد ایک رات ان کو مکے سے نکال کر لے گئے اور اپنے بھائی کی ہدایت کے مطابق ان کے والد کے قاصدوں کے سپرد کردیا۔

بیوی سے جدائی کے بعد ابوالعاص ایک مدت تک مکے میں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے وہ ایک تجارتی سفر کے سلسلے میں شام گئے۔ جب وہ اپنے قافلے کے ساتھ جس میں سامانِ تجارت سے لدے ہوئے ایک سو اونٹ اور ایک سو ستر سے زیادہ آدمی تھے، مکہ واپس آتے ہوئے مدینہ کے قریب سے گزرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک فوجی دستے نے حملہ کرکے اونٹوں پر قبضہ کرلیا اور آدمیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ جب رات نے ہر چیز کو اپنے سایہ دامن میں چھپالیا تو ابوالعاص نے مکہ کے بجائے مدینہ منورہ کا رُخ کیا اور تاریکی سے فائدہ اٹھاکر ڈرتے ڈرتے اور خطرات کو ہر طرف سے بھانپتے ہوئے اس میں داخل ہوگئے اور سراغ لگاتے ہوئے حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے اور ان سے پناہ طلب کرلی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر کے لئے نکلے اور محراب میں کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہی اور ساتھ ہی تمام لوگوں نے بھی تکبیر کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی تو عورتوں کی صف سے ایک آواز بلند ہوئی:

''لوگو! میں زینب بنت محمد ہوں، میں نے ابوالعاص ابن ربیع کو پناہ دی ہے، لہٰذا آپ سب لوگ بھی ان کو پناہ دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے پوچھا: ''جو کچھ میں نے سُنا ہے کیا تم لوگوں نے بھی اسے سنا؟'' تو لوگوں نے کہا کہ: ''ہاں، اے اللہ کے رسول! وہ آواز ہم نے بھی سنی ہے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس کے متعلق مجھے پہلے سے کچھ بھی نہیں معلوم تھا۔ مسلمانوں کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔''

یہ کہہ کر آپ گھر لوٹ گئے اور صاحبزادی سے فرمایا کہ: ''بیٹی! ابوالعاص کی اچھی طرح خاطر تواضع کرنا، مگر یہ جان لو کہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو۔''

پھر آپ نے اس دستے کے آدمیوں کو بلاکر، جس نے ابوالعاص کے سامانِ تجارت پر قبضہ کیا تھا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کیا تھا، فرمایا کہ: ''ہمارے نزدیک اس شخص کا کیا مقام و مرتبہ ہے، اس کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ تم نے اس کا جو مال لیا ہے اگر احسان کرتے ہوئے اُسے واپس کردو تو یہ میرے نزدیک نہایت پسندیدہ بات ہوگی، اگر اگر تم اسے واپس نہ کرنا چاہو تو بہرحال وہ اللہ کا مال ہے جو اس نے غنیمت کے طور پر تم کو دیا ہے اور تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔''

صحابہ کرامؓ نے یک زبان ہوکر کہا کہ: ''اے اللہ کے رسول! ہم ان کا مال ان کو واپس کردیں گے۔'' اور جب ابوالعاص اپنا مال لینے کے لئے ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا:

''ابوالعاصؓ! آپ قریش کے ایک معزز اور شریف فرد ہونے کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم اور ان کے داماد بھی ہیں۔ تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ مسلمان ہوجائیں اور ہم لوگ اس سارے مال سے آپ کے حق میں دستبردار ہوجائیں تاکہ آپ اہل مکہ کے ان اموال سے بھی استفادہ کریں اور یہیں مدینے میں رہ جائیں۔''

لیکن ابوالعاص نے ان کی اس پیشکش کو رد کرتے ہوئے کہا کہ: ''بہت بُری ہے یہ بات جس کی طرف تم لوگ مجھے دعوت دے رہے ہو کہ میں اپنے نئے دین کی ابتدا غداری اور بے وفائی سے کروں۔''

اس کے بعد ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ چلے گئے، وہاں پہنچ کر انہوں نے تمام حقداروں کے حقوق ادا کرنے کے بعد کہا کہ ''قریش کے لوگو! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے، جو ابھی تک اس کو نہیں ملا؟''

''نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے، ہم نے آپ کو حق ادا کرنے والا اور شریف پایا۔'' سب نے یک زبان ہوکر کہا۔

''اچھا! تو جب میں تم سب لوگوں کے حقوق ادا کرچکا ہوں تو سن لو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ خدا کی قسم! اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم میرے اوپر اپنے مال کھا جانے کا الزام لگاؤ گے تو میں وہیں مدینے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مسلمان ہوگیا ہوتا، اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب لوگوں کے حقوق ادا کرادیئے، میں اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔''

اس کے بعد وہ مکہ سے روانہ ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا پُرتپاک خیرمقدم کیا اور ان کے پہلے نکاح کو باقی رکھتے ہوئے ان کی بیوی انہیں واپس لوٹا دی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

''حدثنی نصدقنی، وعدنی فوفالی۔''

ترجمہ: ''انہوں نے مجھ سے بات کی تو سچ بولے اور وعدہ کیا تو اسے پورا کیا۔'' ☆

قاری محمد طاہرؒ، شورکوٹ کینٹ

قاری محمد طاہرؒ جامعہ مدنیہ تعلیم القرآن کے مہتمم تھے۔ آپ کا تعلق لدھیانہ کے مردم خیز علاقہ سے تھا۔ آپ نے تعلیم پنجاب کے معروف دینی ادارہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے حاصل کی۔ ساہیوال کے جامعہ رشیدیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوریؒ تھے۔ مولانا محمد عبداللہؒ کے علاوہ مولانا عبدالمجید انورؒ، علامہ غلام رسولؒ، مولانا مقبول احمدؒ، مولانا مختار احمدؒ جیسے شیوخ حدیث سے احادیث نبویہ کی تعلیم حاصل کی اور سند فضیلت حاصل کی۔ مرحوم کے والد محترم مولانا غلام رسول ڈابھیل کے فاضل تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا سیّد بدر عالم میرٹھیؒ جیسے اساتذۂ عصر کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ تنظیم اہلسنت کے بانی راہنما حضرت علامہ دوست محمد قریشیؒ مدفون کوٹ ادو نے آپ کے ایک سال بعد دورۂ حدیث شریف کیا۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ مدنیہ کی بنیاد رکھی، جو ساڑھے چار کنال قطعۂ اراضی پر قائم ہے۔ ۱۹۸۲ء تک حضرت مولانا غلام رسولؒ اہتمام وانصرام کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۸۲ء میں آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی وفات کے بعد قاری محمد طاہرؒ کو جامعہ کا مہتمم بنایا گیا۔ موصوف نے انتہائی بہادری اور جرأت مندی کے ساتھ اہتمام وانتظام سنبھالے رکھا۔ جامعہ مدنیہ کا سنگ بنیاد مرشد العلماء حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد ابراہیمؒ آف میاں چنوں سے رکھوایا۔ ایک زمانہ تھا کہ دینی مدارس کے تین تین دن کے سالانہ جلسے منعقد ہوتے، عوام الناس دور دراز سے تین دن تک جلسہ سنتے جامعہ مدنیہ میں بھی حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا تاج محمودؒ، قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عبدالستار خیرالمدارس ملتان، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ جامعہ کے جلسوں میں بارہا تشریف لائے، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت اقدس سیّد نفیس الحسینیؒ سے تھا۔ قاری محمد طاہر شوگر اور دوسرے امراض میں مبتلا چلے آرہے تھے کہ ۱۵؍ستمبر ۲۰۲۳ء کو انتقال فرمایا اور آپ کی نماز جنازہ آپ کے جانشین اور فرزند ارجمند مولانا محمد شعیب سلمہ کی اقتدا میں ساڑھے پانچ بجے بعد نماز عصر ادا کی گئی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور آپ کو اپنے والد کے پہلو میں مدرسہ کے ایک کونہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے فرزند ارجمند، بیوہ اور پانچ بچیاں سوگوار چھوڑیں۔ راقم مولانا عبدالحکیم نعمانی سلمہ کی معیت میں ۲۰؍ستمبر کو تعزیت کے لئے حاضر ہوا اور چند تعزیتی کلمات نماز عصر کے بعد ادا کئے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

گشکوری عثمان آباد میں اختتامی درس:

مولانا قاری اللہ بخش شاہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی ناظم اعلیٰ ہیں، مجلس کے کاز و مشن کے لئے دن، رات مصروف عمل رہتے ہیں۔ نیز آنجناب ہر روز گشکوری کی مسجد عمر میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن پاک دیتے ہیں۔ ۱۱؍ستمبر کو ان کے ختم قرآن کی تقریب منعقد ہوئی، جس کی صدارت مولانا قاری اللہ بخش شاہ نے کی۔ محمد اسماعیل شجاع آبادی نے درس قرآن کے فوائد پر روشنی ڈالی اور سامعین کو بھی مبارکباد دی، جنہوں نے تسلسل کے ساتھ قرآن پاک کے دروس میں شرکت کی۔ عظمتِ قرآن، معوذتین جادو کا توڑ کے عنوان پر معلوماتی گفتگو کی اور اکابر کے واقعات سے سامعین کے قلوب و اذہان کو جلا بخشی۔ مولانا اللہ بخش شاہ کی نگرانی میں یکم محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۲۳ء سے حفظ و ناظرہ کی کلاس کی بھی ابتدا ہوچکی ہے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ نے کلاس کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ (مولانا زبیر احمد)

جامع مسجد چوگلہ تبلیغی مرکز میں:

۱۲؍ستمبر صبح کی نماز کے راقم الحروف کا تفصیلی درس ہوا۔ مسجد ہذا تبلیغی مرکز بھی ہے۔ مسجد ہذا قدیم ہے۔ مفتی محمد رضوان خطیب اور مولانا محمد شریف امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ دیگر تبلیغی مراکز کی طرح یہ مرکز بھی وسیع و عریض ہے، جماعتوں کی آمدورفت رہتی ہے۔

مکی مسجد چاہ خانو والا میں جلسہ:

۱۱؍ستمبر ظہر کی نماز کے بعد مکی مسجد چاہ خانو والا ماڑھا میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، صدارت جامع مسجد کے خطیب، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پروآ کے راہنما مولانا اللہ بخش شاہ مدظلہ نے کی۔ جلسہ سے مجلس پروآ کے راہنما مولانا زبیر احمد اور مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ یہ علاقہ ۱۹۷۰ء کے انتخاب میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا انتخابی حلقہ ہے۔ مولانا شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ کے بڑوں نے مفکر اسلام مفتی محمودؒ کو ووٹ دے کر اسمبلی میں بھیجا۔ مولانا مفتی محمودؒ نے خداداد صلاحیتوں سے اپنا لوہا منوایا۔ آپ کے صوبہ خیبر پختونخواہ (سرحد) کے وزیر اعلیٰ کے حیثیت سے جمعیت علماء اسلام کے دستور پر عمل کر کے شراب پر پابندی لگائی۔ اردو کو سرکاری زبان قرار دیا۔ شلوار قمیض کو قومی لباس قرار دیا اور دیگر بہت سی اصلاحات کیں۔ جس کا کریڈٹ آپ کے بڑوں کو بھی جاتا ہے، یہ مسجد ستر سالہ قدیمی مسجد تھی، جس کے بانی حاجی غلام رسول تھے، جن کا روزہ اور اعتکاف کی حالت میں انتقال ہوا۔ مسجد کی لمبائی ۸۴ فٹ چوڑائی ۴۰ فٹ ہے۔

جامع مسجد ابراہیمی ماڑھا میں جلسہ:

مسجد کی تعمیر کا سنگ بنیاد تلمیذ حضرت گنگوہیؒ حضرت مولانا غلام صدیقؒ نے تقریباً ایک صدی قبل رکھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد ابراہیم تلمیذ مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دھلویؒ فاضل جامعہ امینیہ دہلی تقریباً ستر سال اس کی خدمت میں مصروف رہے۔ ۱۹۹۱ء میں ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزندان گرامی مولانا عبدالغنی مدظلہ فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی اور مولانا عبدالقیوم فاضل جامعہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالغنی مدظلہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پروآ کے امیر ہیں، ان کی صدارت میں ۱۱؍ستمبر مغرب کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا، جس سے مجلس کے مقامی راہنما مولانا زبیر احمد مرکزی مبلغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ مہمان خصوصی مولانا حافظ اللہ بخش شاہ تھے۔ علماء کرام نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، جس پر غیر مشروط طور پر ایمان لائے بغیر انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔ چاہے وہ ساری رات مصلّٰی پر کھڑے ہو کر گزار دے۔ ساری زندگی روزے رکھے، زکوٰۃ و صدقات ادا کرے، اس کی کوئی نیکی اللہ پاک کے ہاں اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک وہ جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر اس سے برأت کا اعلان نہ کرے۔ قادیانیوں کی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل کی گئی۔

(حافظ اللہ بخش شاہ، ناظم مجلس پروآ)

جامع مسجد فاروقیہ پروآ میں جلسہ:

مسجد فاروقیہ قدیمی مسجد ہے۔ حافظ محمد حسنؒ

عرصہ دراز تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزندارجمند مولانا نجم الحسن فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی صدارت میں ۱۱؍ستمبر عشا کی نماز کے بعد عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ سے مولانا زبیر احمد اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کرتے ہوئے قادیانیوں کے کفریہ عقائد مثلاً اجرائے نبوت، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا انکار، انبیائے کرام، صحابہ کرامؓ کی توہین، مسلمانانِ عالم کو ماں بہن کی گالیاں اور ملک و ملت کے خلاف ان کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ سامعین سے درخواست کی کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت اس انداز سے کریں کہ آگے چل کر وہ کسی گمراہ کے ہتھے نہ چڑھیں۔ جلسہ مولانا محمد عمر مدظلہ مہتمم جامعہ محمدیہ پروآ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

خانہ شریف پروآ میں ختم نبوت کانفرنس:

۱۲؍ستمبر بعد نماز مغرب جامع مسجد خانہ شریف میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ قاری اللہ دتہ مدظلہ نے صدارت کی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر تفصیلی خطاب کیا۔ مہمانانِ خصوصی حافظ اللہ بخش شاہ اور مولانا زبیر احمد تھے۔

جامعہ قاسمیہ حنیفیہ میں ختم نبوت کانفرنس:

۱۲؍ستمبر بعد نماز عشا جامع مسجد جامعہ حنیفیہ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ صدارت مولانا مفتی صاحبداد مدظلہ نے کی۔ کانفرنس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ عقیدہ ختم نبوت، امام مہدی کا ظہور، دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا تفصیلی بیان ہوا۔

ڈیرہ غازی خان میں ایک ہفتہ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۲؍اکتوبر کو کمپنی باغ ڈیرہ غازی خان میں ڈویژنل کانفرنس کا اعلان کیا۔ کانفرنس کی تشہیر اور کامیابی کے لئے مولانا وسیم اسلم، مولانا عبدالنعیم، مولانا محمد عثمان، مولانا حمزہ لقمان کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ راقم نے بھی ایک ہفتہ کانفرنس کی تشہیر کے لئے دیا۔ چنانچہ ۲۲؍ستمبر کو صبح گیارہ بجے راقم ڈیرہ غازی خان پہنچا۔

جامع مسجد الفرحان ٹِل ڈاٹ میں:

بارہ سے ساڑھے بارہ تک بیان ہوا۔ جامع الفرحان کے بانی مولانا عبدالعزیز خیرآبادی ہیں، آپ کی استدعا پر حضرت اقدس مولانا علی المرتضیٰ نقشبندی گدائی شریف، مولانا محمد قاسم ڈیرہ غازی خان، مفتی اعظم مولانا مفتی عبدالستار جامعہ خیرالمدارس نے سنگ بنیاد رکھا۔ نیز مسجد کے ساتھ مدرسہ اسامہ بن زیدؓ بھی شروع کیا گیا، مدرسہ میں تقریباً ڈیڑھ سو طلبا، چار اساتذۂ کرام کی نگرانی میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ مولانا عبدالعزیز مدظلہ نے ضعف وعوارض کی وجہ سے مسجد ومدرسہ کا نظم اپنے فرزندارجمند مولانا انعام اللہ کے سپرد کررکھا ہے۔ موخرالذکر کی استدعا پر راقم کا جمعۃ المبارک کا خطاب رکھا گیا۔

جامع مسجد ومدرسہ صدیق اکبر:

جامع مسجد کے بانی سلسلۂ نقشبندیہ کے معروف شیخ حضرت مولانا رشید احمد شاہجمالی مدظلہ ہیں۔ آپ کی دعوت پر راقم نے تقریباً پون گھنٹہ عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان کیا۔ جامع مسجد و مدرسہ تقریباً ایک کنال قطعہ اراضی پر قائم ہے۔ پلاٹ حاجی محمد صدیق اعوان نے وقف کرکے تولیت مولانا رشید احمد شاہجمالی مدظلہ کے سپرد کردی۔ سنگ بنیاد آپ کے ساتھ ساتھ حاجی غلام حسین جعفر نے رکھا۔ ماشاء اللہ! بہت خوبصورت مسجد قائم ہے۔ مدرسہ بنین میں ثالثہ تک اور بنات میں عالمیہ تک اسباق ہیں۔ تقریباً ایک سو سے زائد طلبا وطالبات زیر تعلیم ہیں، آٹھ اساتذہ اور آٹھ معلمات ہیں، تین افراد کا دوسرا عملہ ہے۔ حضرت موصوف مجلس کے سرپرستوں میں سے ہیں۔

جامع مسجد فاروق اعظم شہید:

سخی سرور میں ضلعی مبلغ مولانا محمد اقبال ساقی کی معیت میں حاضری ہوئی، اور مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ سخی سرور مشہور بزرگ ہیں، آپ کا مزار اسی علاقہ میں واقع ہے۔ علاقہ انہیں کے نام سے معنون ہے۔ مولانا عبدالستار اس علاقہ کے جماعتی ذمہ دار ہیں، انہیں کی صدارت میں پروگرام منعقد ہوا۔

حیدر واہن میں جلسہ:

مولانا مرید حسین کی دعوت پر جلسہ میں ظہر کی نماز کے بعد شرکت ہوئی۔ جلسہ سے مولانا محمد اقبال ساقی، جامعہ خیرالمدارس ملتان کے استاذالحدیث مولانا محمد شمشاد مدظلہ کا آخری بیان ہوا۔ ان سے قبل تقریباً آدھ گھنٹہ راقم نے بیان کیا۔

جامع مسجد چاہ بانگے والا:

جامع مسجد کے بانی حافظ اللہ داد مدظلہ ہیں، ۲۳؍ستمبر مغرب کی نماز کے بعد ڈیرہ مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالعزیز مدظلہ کی معیت میں حاضری اور بیان ہوا۔ اس میں بھی ۱۲؍اکتوبر کی کانفرنس کی دعوت دی گئی۔

جامع مسجد الاقصیٰ (گول) جمال سرور کالونی:

یہ مسجد ہمارے ڈی جی خان دفتر کے قریب واقع ہے۔جس کے بانی مولانا محمد احمد مدظلہ ہیں ۲۰۰۷ء میں مسجد کی تعمیر کا آغاز ہوا۔سنگ بنیاد مولانا محمد قاسم ڈیرویؒ نے رکھا۔مسجد سے ملحق جامعہ محمدیہ کے نام سے مدرسہ بھی قائم ہے۔جس میں بنین کی ایک کلاس ہے۔ ۲۴؍ستمبر صبح کی نماز کے بعد درس ہوا۔

جامعہ مدینۃ العلوم بوہڑ:

جامعہ کے بانی مولانا غلام حسین سیّالؒ تھے۔۱۹۹۴ء میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے سنگ بنیاد رکھا۔۲۰۰۱ء میں ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد موسیٰ سیّال ناظم تعلیمات اور صدر مدرس رہے۔ادارہ پانچ کنال اراضی پر مشتمل ہے۔ابتدائی کلاسیں ثانویہ عامہ تک ہیں،تین اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ۳۵ طلبا مسافر اور ۹۰ مقامی طلبا زیر تعلیم ہیں۔اس وقت ادارہ کی نگرانی واہتمام مولانا محمد شعیب مدظلہ کے ہاتھوں میں ہے۔بوہڑ تونسہ شریف کا قدیمی قصبہ ہے،نوتک خان کے بیٹے سنجر خان نے پہاڑ سے نکل کر اودسنگھڑ (تونسہ) کے جنوب کی طرف سنجرانی کے نام سے آبادی کی بنیاد رکھی،بعد میں یہ قصبہ بوہڑ کے نام سے مشہور ہوگیا،اس قصبہ میں سنجر خان کی اولاد سنجرانی آباد ہیں۔

(تاریخ تونسہ،صفحہ:۳۹)

جامعہ خالد ابن ولید بنڈی میں جلسہ:

قاری سجاد حسین،قاری فدا حسین نے جلسہ کا اہتمام کیا۔جلسہ ظہر سے عصر تک جاری رہا،تلاوت مولانا قاری امان اللہ تونسوی نے کی۔جلسہ سے تحصیل تونسہ کے امیر مولانا عبدالعزیز لاشاری،مولانا محمد شعیب سیّال،جناب محمد شفیق،قاری عبدالخالق،مولانا غلام مصطفیٰ تونسوی نے خطاب کیا۔آخری بیان مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا ہوا۔مذکور نے قادیانیوں کی مالی امداد کو زہر قاتل قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان بھوکا مرجائے،لیکن قادیانیوں کی مالی امداد پر لعنت بھیج دے۔اس علاقہ میں قادیانی این جی اوز کے رنگ میں مسلمانوں کو مالی امداد دے کر انہیں قادیانیت کی طرف مائل کرتے ہیں۔قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کی اپیل کی گئی اور سامعین سے ہاتھ اٹھوا کر عہد لیا گیا کہ وہ آئندہ این جی اوز کی امداد قبول نہیں کریں گے۔سردار مبر دخان اورتنگو خان پسر نوتک خان نے قصبہ بنڈی ہیرو آباد کیا۔

(غلام مصطفیٰ اشعری)

منگروٹھہ میں بیان:

منگوروٹھہ کوراجہ سنگر کے بھائی منگوروٹھہ نے آباد کیا۔منگروٹھہ دوبار دریا برد ہوا۔اب تیسری جگہ پر آباد ہے۔یہاں اسد خان تنکانی نے ایک قلعہ تعمیر کرایا۔جس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔انگریزی دور کی ابتدا میں تحصیل کے تمام دفاتر منگروٹھہ میں تھے بعد میں انگریزوں نے تونسہ کو تحصیل کا درجہ دے دیا اور تمام سرکاری دفاتر تونسہ شریف میں منتقل ہوگئے۔منگروٹھہ تونسہ سے ۶،۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر مغرب میں واقع ہے۔۲۴؍ستمبر کو مغرب کے بعد جامع مسجد انوار مدینہ،مدرسہ عبداللہ ابن مسعود منگروٹھہ میں مولانا عبدالعزیز لاشاری کی معیت میں حاضری اور بیان ہوا۔مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۹۸۹ء میں رکھا گیا۔قاری شفیق الرحمٰن بانی ومہتمم ہیں۔گزشتہ سال ۱۴؍اگست کو سیلاب آیا،جس میں سب کچھ ڈوب گیا،مدرسہ میں تقریباً ایک سو مقامی طلبا زیر تعلیم ہیں۔

جامعہ علوم القرآن و عائشہ للبنات،کوٹ قیصرانی:

جامعہ کی بنیاد مولانا اللہ بخشؒ فاضل دیوبند خطیب جلسہ آرائیں ملتان نے رکھی۔مولانا محمد اسماعیل قیصرانیؒ درس وتدریس،امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔مولانا اللہ بخشؒ چالیس سال تک جلسہ آرائیں ملتان میں امام و خطیب رہے۔۲۰۰۰ء سے مولانا امان اللہ خان قیصرانی نے چارج سنبھالا۔بنین میں خامسہ تک اور بنات میں دورۂ حدیث شریف تک تعلیم ہوتی ہے۔۵۰۰ کے قریب طلبا و طالبات زیر تعلیم ہیں۔اساتذۂ و معلمات پچیس کے قریب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔مولانا امان اللہ قیصرانی مدظلہ جمعیت علماء اسلام تحصیل تونسہ شریف کے امیر ہیں،اپنی یونین کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔۲۴،۲۵؍ستمبر کی درمیانی رات جامعہ میں گزاری،صبح کی نماز کے بعد نمازیوں میں اور ۹ بجے بنین و بنات میں بیان ہوا۔یہ شہر درہ پہاڑ سے دومیل کے فاصلہ پر واقع ہے۔کوٹ ہمیشہ قیصرانی چیف کا ہیڈکوارٹر رہا ہے۔اس شہر میں صرف قیصرانی بلوچ آباد ہیں۔نیز یہ قیصرانیوں کا مرکزی شہر ہے۔جامعہ مرکزی عید گاہ میں واقع ہے۔میر مند قیصرانی جس کی لاش کو شیر گڑھ مسجد سے جونیجو دور میں نکالا گیا تھا،اسی قصبہ کا رہنے والا تھا۔

جامع مسجد بستی بزدار:

بستی بزدار میں چودہ مساجد ہیں،اکثر و بیشتر اہل حق کی ہیں،مرکزی جامع مسجد بزدار

قدیمی مسجد ہے۔ یہاں امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا لال حسین اخترؒ بھی تشریف لائے۔ یہاں قادیانیوں کی کئی ایک گھر تھے اور قادیانی بدمعاش اور لڑاکے بھڑاکے۔ حضرت مولانا لال حسین اخترؒ جب قادیانیوں کی کتب سے مرزا قادیانی کے غلیظ کردار و کریکٹر سے سامعین کو آگاہ کر رہے تھے تو ایک قادیانی بدمعاش نے پیچھے سے آکر آپ کو مکا رسید کیا۔ اس کا اسی وقت مسلمانوں نے حساب برابر کردیا۔ مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد بخش مدظلہ ہیں، ان کی صدارت میں ۲۵ ستمبر ظہر کی نماز کے بعد جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا عبدالعزیز لاشاری اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا اور قادیانیوں کے غلیظ عقائد سے سامعین کو آگاہ کیا اور انہیں مرزائیت سے مکمل نفرت کی تلقین کی، جلسہ کا انتظام ڈاکٹر ریاض احمد نے کیا۔

جامع مسجد صدیق اکبر ریتڑہ میں بیان:

۲۵ ستمبر کو عصر کی نماز کے بعد راقم کا عقیدہ ختم نبوت پر بیان ہوا۔ مسجد سے ملحق مدرسہ بھی ہے، جس کے بانی مولانا قاری بشیر احمد ہیں، جبکہ مسجد کے خطیب مولانا محمد رمضان مدظلہ ہیں جو راقم کے پیر بھائی ہیں۔ آپ کا اصلاحی تعلق سیدی و مرشدی حضرت اقدس مولانا سید جاوید حسین شاہ دامت برکاتہم العالیہ سے ہے۔ حضرت والا کئی مرتبہ یہاں تشریف لا چکے ہیں۔ یہاں ماہانہ مجلس ذکر بھی ہوتی ہے، موخرالذکر کے اصرار پر یہ پروگرام منعقد ہوا۔ ریتڑہ تونسہ شریف سے شمال کی طرف پچیس کلومیٹر انڈس ہائی وے پر واقع ہے، ہمارے قدیمی ساتھی مولانا عبدالعزیز لاشاری یہیں کے باسی ہیں۔

جامع مسجد صدیق اکبر جلوالی:

جلووالی انڈس ہائی وے سے مغرب کی طرف سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جلووالی شہر کی سڑکیں جوہڑ اور کھڈے ہیں۔ اللہ، اللہ کر کے یہاں پہنچے؛ مولانا سید عبدالرزاق شاہ مدظلہ نے جلسہ کا اہتمام کیا۔ جلسہ سے ۲۵ ستمبر مغرب کی نماز کے بعد مولانا عبدالعزیز لاشاری اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ مقررین نے سامعین کو قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ملک وملت دشمنی کے واقعات سے آگاہ کیا اور قادیانیوں سے عمرانی و اقتصادی بائیکاٹ کی اپیل کی، اور ۱۲ اکتوبر کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔

ترمن میں کانفرنس:

ترمن تونسہ شریف، ڈیرہ غازی خان اور پنجاب کا آخری قصبہ ہے، جو انڈس ہائی وے پر واقع ہے۔ دو تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ڈیرہ اسماعیل خان اور خیبر پختونخواہ شروع ہوجاتا ہے۔

مولانا غلام اکبر ثاقبؒ اسی قصبہ کے رہنے والے اور ڈیرہ غازی خان شہر میں پڑھنے لکھنے کے دلدادہ تھے۔ ترمن شہر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا عبدالجبار کلاچی مدظلہ نے ۲۵ ستمبر کو جامع مسجد عثمان غنی میں عشا کے بعد کانفرنس کا اہتمام کیا، جس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ کانفرنس سے مولانا عبدالعزیز لاشاری اور محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ مقررین نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز دن، عظیم الشان فیصلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جب اس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا اعلان کیا تو قادیانی جماعت کے لاٹ پادری مرزا ناصر احمد نے حکومت سے استدعا کی کہ چونکہ یہ قضیہ ہمارے متعلق ہے تو ہمیں بھی سننا چاہئے تو حکومت نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ سے مشاورت کے بعد قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی قرار دے کر مرزا ناصر احمد ہیڈ آف دی

ختم نبوت اور مرزائیت

عقیدۂ ختم نبوت، اساس اسلام اور روح قرآن ہے۔ اگر مسلمان اس میں بال برابر بھی اِدھر اُدھر ہوجائیں تو پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی وہ تنزیہہ و تقدیس کہ جس پر آدم علیہ السلام سے لے کر نبی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء متفق ہیں۔

مرزائیت اسی اساسِ دین، روحِ قرآن اور جانِ اسلام پر مرتدانہ ضرب لگا رہی ہے۔ اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لیے فرض نہیں افراض جانتا ہوں۔ میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی کی آخری بازی لگا دوں گا۔

مرزائیت پاکستان کے مقدس جسم کا سیاسی ناسور ہے، اگر حکمرانوں نے اس کا آپریشن نہ کیا تو یہ ناسور سارے جسم کو خدانخواستہ تباہ کردے گا۔

(امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ)

جماعت ربوہ وقادیان کو گیارہ دن تک اپنا موقف بیان کرنے اور اپنے ڈیفنس کا موقع دیا اور دو دن لاہوری گروپ کے صدر الدین، عمر عبدالمنان کو موقع دیا۔ تیرہ دن کی بحث کے بعد پوری کی پوری قومی اسمبلی نے متفقہ آئینی ترمیم کے ذریعہ قادیانیوں کے دونوں گروپوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ کانفرنس میں مولانا عبدالرشید، مولانا ذوالفقار احمد نے خصوصی شرکت کی۔ ۱۲/اکتوبر کو ڈیرہ غازی خان میں منعقد ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس اسی تاریخی فیصلہ کی یاد میں منعقد ہورہی ہے، سامعین کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ مقامی امیر مولانا عبدالجبار کلاچی نے قافلہ کی صورت میں شرکت کا ارادہ کیا۔

جامعہ وخانقاہ امدادیہ کھڈ بزدار:

جامعہ کا سنگ بنیاد ۲۰۰۲ء میں مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ اور پیر طریقت مولانا عبدالقادر ڈیرویؒ نے رکھا، جبکہ ادارہ کی سرپرستی خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے قبول فرمائی۔ آپ کی رحلت کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر ڈیرویؒ نے سرپرستی قبول فرمائی بعدازاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید فاروقیؒ بانی جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرور شہید کوٹ ادو سرپرست رہے۔ اب پیر طریقت حضرت مولانا رشید احمد شاہجمالی مدظلہ کی سرپرستی میں ادارہ روبہ ترقی ہے۔ اٹھارہ اساتذۂ کرام اور چار معلمات کی سرپرستی و نگرانی میں سینکڑوں طالبات زیور تعلیم سے آراستہ پیراستہ ہو رہے ہیں۔ مولانا رحمت اللہ مدظلہ اس کے بانی و مہتمم ہیں۔ آپ نے قرب و جوار میں اعلانات کے ذریعہ احباب کو شرکت کی دعوت دی، ۲۶/ستمبر صبح کی نماز کے بعد سینکڑوں علماء وطلبا سے مولانا عبدالعزیز لاشاری اور محمد اسماعیل شجاع آبادی کو بیان کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

وہوا میں ختم نبوت کانفرنس:

وہوا تونسہ شریف کا قدیم قصبہ ہے۔ جو سولہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں تعمیر ہوا۔ یہ شہر ابتدا میں دو قلعوں پر مشتمل تھا۔ جن میں سے ایک قلعہ کا نام اندر کوٹ اور دوسرے قلعہ کا نام کوٹ اٹلاٹی تھا۔ اندر کوٹ میں کھتران جوانی رہتے ہیں۔ اندر کوٹ میں کھتران قبیلہ کی اٹلاٹی شاخ کے لوگ رہتے تھے۔ دونوں قلعوں کے درمیان ڈیڑھ میل کا فاصلہ تھا۔ ۱۹۰۱ء میں یہاں ایم پی کی پوسٹ قائم ہوئی۔ انگریزی دور میں وہوا کی سیاسی اہمیت کے پیش نظر یہاں چھوٹے جہاز اتارنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے یہ ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی کا حصہ تھا۔ وہوا میں حضرت سلطان باہوؒ کے خلیفہ سلطان نورنگ کھتران کا مزار بھی موجود ہے۔ (تاریخ تونسہ شریف، ص:۳۶)

۲۶/ستمبر مغرب کی نماز کے بعد یہاں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، صدارت مقامی امیر مولانا عبدالغفور سجانی مدظلہ نے کی۔ مہمانان خصوصی مولانا عبدالعزیز لاشاری اور مولانا غلام مصطفیٰ اشعری تھے۔ محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تفصیلی بیان کیا۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ حضرت مولانا بشیر احمد پسروریؒ بنیادی طور پر اسی علاقہ کے رہنے والے تھے۔ راقم نے حضرت پسروریؒ اور ان کے فرزندار جمند مولانا رشید احمد پسروریؒ کی عظیم الشان خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور ان کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کرائی۔

قبل ازیں دارالعلوم مجددیہ سراجیہ مولانا عبدالمجید قیصرانی مدظلہ کی دعوت پر ان کے مدرسہ اور خانقاہ میں حاضری دی۔ مدرسہ اور خانقاہ کا سنگ بنیاد ۱۹۸۹ء میں خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے رکھا۔ حضرت خواجہ صاحب دو مرتبہ تشریف لائے۔ قائد تحریک ختم نبوت حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نوراللہ مراقدہم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ مولانا عبدالمجید قیصرانی مدظلہ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید فاروقیؒ، خانقاہ مسکین پور کے سجادہ نشین مولانا محمد شاہ مسکین پوری مدظلہ نے انہیں خلافت عطا فرمائی۔ خانقاہ اور مدرسہ آٹھ کنال زمین پر قائم ہے۔ ۱۰۵ طلبا کرام سات اساتذۂ عظام درجہ کتب اور دو استاذ حفظ و ناظرہ کی تدریس میں مصروف ہیں۔

جامع مسجد نتکانی میں جلسہ:

یہ قصبہ تونسہ شہر سے ۴۵ کلومیٹر دور شمال کی طرف آباد ہے۔ اس میں زیادہ نتکانی بلوچ آباد ہیں۔ یہ آبادی دو مرتبہ دریا برد (دریائے سندھ) ہوئی۔ جسے پرانی آبادی تھوڑے فاصلہ پر مغرب کی جانب آباد کیا گیا۔ نتکانی قوم کے علاوہ دیگر اقوام بھی آباد ہیں۔ ۲۶/ستمبر عشا کی نماز کے بعد المرکز الاسلامی دارالعلوم عطائیہ داؤوالا موڑ میں مولانا قاری محمد ابراہیم سلمہ کے ہاں قیام رہا۔ صبح کی نماز کے بعد راقم نے طلبا و اساتذۂ کرام اور نمازیوں سے خطاب کیا۔ مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ ہمارے شجاع آبادی کی جان و

پہچان تھے، پہلی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد ٹبی قیصرانی تونسہ شریف میں دوسری شادی کی، تو یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ۲۷ ستمبر تقریباً گیارہ بجے ان کی عیادت و بیمار پرسی کے لئے حاضری دی۔ فالج اور دوسرے عوارض نے انہیں چار پائی پر لگا دیا۔ ملاقات کے وقت مولانا حقانی ہشاش بشاش نظر آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے سرفراز فرمائیں۔

مدرسہ دارالقرآن ٹبی قیصرانی کرایہ کی عمارت میں قائم ہے۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے شہر سے ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر جگہ خریدی ہے۔ احباب کی فرمائش پر مدرسہ کی جگہ حاضری ہوئی، جامع مسجد لاری اڈا ٹبی قیصرانی میں ظہر کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ درس جلسہ کی شکل اختیار کرگیا۔

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن ٹبی قیصرانی میں چلڈرن اسپیشلسٹ ہیں، ٹبی شہر سے متصل اپنا کلینک بنا رہے ہیں، ان کی فرمائش پر مجوزہ کلینک میں حاضری ہوئی۔ راقم نے استدعا کی کہ کلینک کا نام ختم نبوت چلڈرن کمپلیکس یا اس سے ملتا جلتا نام تجویز فرمائیں جو کلینک کا کلینک اور تبلیغ کی تبلیغ ہوگی۔ انہوں نے راقم کی تجویز پر خوشی کا اظہار فرمایا، اللہ پاک بچوں کو ان کے ہاتھ شفا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

ٹبی کے پہلے آبادکار اور بانی مبانی میانہ قوم کے لوگ تھے، بعد میں قیصرانی اور دوسری قومیں بھی رہائش پذیر ہوگئیں۔ ابتدا میں شہر کا نام صرف ٹبی تھا، بعد میں قیصرانی کا لاحقہ لگایا گیا۔ یہ شہر تونسہ شریف سے ۳۳ کلومیٹر شمال کی طرف انڈس ہائی وے پر آباد ہے۔ یہاں ایک عظیم علمی و دینی شخصیت مولانا غلام فرید قیصرانی ہوا کرتے تھے۔ چند سال قبل ان کا انتقال ہوا، ہمارے مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ اسی شہر میں قیام پذیر ہیں اور میانہ قوم سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون ان کی اہلیہ محترمہ ہیں۔

جامع مسجد چوک ہاشم تونسہ شریف:

ہمارے بہت ہی محنتی ساتھی مولانا غلام مصطفیٰ اشعری مدظلہ اس مسجد کے خطیب ہیں۔ وقار احمد بزدار منتظم ہیں، ۲۶ ستمبر کو عصر کی نماز کے بعد درس ہوا، جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔

جامعہ محمدیہ تونسہ:

جامعہ محمدیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا مجیب الرحمٰن تونسوی دامت برکاتہم ہیں۔ آپ جامعہ امدادیہ فیصل آباد میں استاذ رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمدؒ بانی جامعہ امدادیہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے ہیں، سیاستاً مدنیؒ ہیں اور نظم کے اعتبار سے تھانویؒ ہیں، ہر بدھ مجلس ذکر ہوتی ہے۔ مجلس تونسہ کے رفقا سے فرمایا کہ شجاع آبادی صاحب ہماری مجلس والی شب میں تشریف لائیں حاضرین کو کانفرنس کی دعوت دیں۔ چنانچہ ۲۶ ستمبر مغرب سے عشا تک تلاوت ونعت کے بعد راقم کا بیان ہوا، جس میں دو ہزار کے قریب احباب شریک ہوئے۔ ۲۷ ستمبر کی نماز کے بعد مکی کالج روڈ تونسہ شہر میں آخری پروگرام ہوا۔

بقیہ:..... آپ کے مسائل

امام ابوبکر احمد بن علی الجصاصؒ ''احکام القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''تعمیر مسجد کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مسجد کی زیارت کرنا، اس میں موجود رہنا، بیٹھنا (ذکر و عبادت کرنا، نماز، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اعتکاف کرنا)۔ دوسرے: اس کو تعمیر کرنا اور ٹوٹ پھوٹ کی اصلاح اور درست کرنا اور اس کے انتظامی امور کو دیکھنا۔ پس یہ آیت اس امر کی متقاضی ہے کہ مسجد میں نہ کوئی کافر (مرتد و زندیق) داخل ہوسکتا ہے، نہ اس کا بانی ومتولی اور خادم بن سکتا ہے، کیونکہ آیت کے الفاظ تعمیرِ ظاہری اور باطنی دونوں کو شامل ہیں:

''عمارۃ المسجد تکون بمعنیین احدھما زیارتہ والکون فیہ والآخر ببنائہ وتجدید ما استرم منہ۔ فاقتضت الآیۃ منع الکفار من دخول المسجد ومن بنائھا وتولی مصالحھا والقیام بھا لانتظام اللفظ لأمرین۔'' (احکام القرآن للجصاصؒ، ۱ تا ۸، ج:۳)

دوسری بات یہ ہے کہ جو زمین حکومت عام مسلمانوں کو مسجد و مدرسہ کے لیے دیدے یا کوئی شخص اپنی ذاتی زمین کو مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کردے تو یہ زمین حکومت اور اس شخص کی ذاتی ملکیت سے خارج ہوکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہوجاتی ہے۔ اس لیے مسجد و مدرسہ کی زمین کا کوئی مالک نہیں ہوتا اور نہ یہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت میں داخل ہوسکتی ہے، بلکہ اب قیامت تک کے لیے مسجد و مدرسہ کی زمین کو کسی دوسرے مصرف میں استعمال کرنا حرام ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اس کا انتظام واہتمام بھی صرف اور صرف مسلمانوں کے سپرد ہوگا، غیر مسلم اور مرتد اس کے اہل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

رعایتی قیمت

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	رعایتی قیمت
1	قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ	پروفیسر محمد الیاس برنیؒ	400
2	رئیس قادیان	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
3	ائمہ تلبیس	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	300
4	تحفہ قادیانیت (چھ جلدیں)	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	1200
5	فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے (2 جلدیں)	جناب محمد متین خالد صاحب	700
6	تحریک ختم نبوت (10 جلد مکمل سیٹ)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	2500
7	مقدمہ بہاولپور مکمل سیٹ (تین جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
8	محاسبہ قادیانیت۔ جلد نمبر 1 تا 20 (مزید جلدوں کی اشاعت جاری ہے)	متعدد حضرات کے مجموعہ رسائل	5100
9	قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ (5 جلدیں)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1000
10	قادیانی شبہات کے جوابات (کامل)	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	300
11	چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ (5 جلدیں) مکمل سیٹ	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	1200
12	آئینہ قادیانیت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
13	ایک ہفتہ شیخ الہندؒ کے دیس میں	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	130
14	قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے	جناب محمد متین خالد صاحب	150
15	سیرت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا	ابوالقاسم مولانا محمد رفیق دلاوریؒ	150
16	تذکرہ مجاہدینِ ختم نبوت	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	200
17	خطبات شاہین ختم نبوت (دو جلدیں)	مولانا محمد بلال، مولانا محمد یوسف ماما	400
18	اسلام اور قادیانیت ایک تقابلی مطالعہ	مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ	150
19	مجموعہ رسائل (رد قادیانیت) (دو جلدیں)	رسائل اکابرین	400
20	قادیانیت کا تعاقب	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد	120
21	ختم نبوت کورس	مولانا مفتی مصطفیٰ عزیز صاحب	250

نوٹ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی ادارہ ہے۔ تبلیغ کے نقطۂ نظر سے تقریباً لاگت پر کتب مہیا کی جاتی ہیں

ملنے کا پتہ: ...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان ...... جامعہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ